بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارسِ عربیہ شیعہ کا
بیباک ترجمان

نبیؐ نے تاج پہنایا علیؑ کو حکمِ بلّغ سے
غدیرِ خُم سے ملتا ہے کنارا المُبلّغ کا

یاایّھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک وان لّم تفعل فما بلّغت رسالتہ

رجسٹرڈ نمبر آر ۱۰۳۹

ماہنامہ

المبلّغ

سرگودھا

زیرِ سرپرستی:۔ پیر سیّد عنایت علی شاہ صدر ٹرسٹ

زیرِ نگرانی

علامہ سیّد اعجاز حسین کاظمی	مولانا نذر حسین ظفرؔ
پرنسپل	وائس پرنسپل

سیّدیہ پبلیکیشنز دارالعلوم محمدیہ سرگودھا پاکستان

Faisal

2001 اگست		جمادی الاولیٰ	ساون	طلوع آفتاب	غروب آفتاب	سعد و نحس	کیفیت
بدھ	1	10	17	5-22	7-08	نیک	
جمعرات	2	11	18	5-23	7-07	نحس	
جمعہ	3	12	19	5-23	7-07	نیک	
ہفتہ	4	13	20	5-24	7-06	//	روز ولادت حضرت امام علی نقی علیہ السلام
اتوار	5	14	21	5-25	7-05	//	روز شہادت علامہ مفتی الحسینی
پیر	6	15	22	5-25	7-04	میانہ	
منگل	7	16	23	5-26	7-03	نیک	
بدھ	8	17	24	5-27	7-02	//	
جمعرات	9	18	25	5-27	7-01	میانہ	
جمعہ	10	19	26	5-28	7-00	نحس	
ہفتہ	11	20	27	5-29	6-59	نحس	
اتوار	12	21	28	5-29	6-58	نیک	
پیر	13	22	29	5-30	6-57	//	
منگل	14	23	30	5-31	6-56	//	یوم آزادی پاکستان ۱۹۴۷ء
بدھ	15	24	31	5-31	6-55	نیک	
جمعرات	16	25	32	5-32	6-54	//	
جمعہ	17	26	بھادوں	5-33	6-53	نحس اکبر	
ہفتہ	18	27	2	5-33	6-52	نیک	
اتوار	19	28	3	5-34	6-51	نحس	
پیر	20	29	4	5-35	6-50	//	
منگل	21	جمادی الثانیہ	5	5-35	6-49	نیک	
بدھ	22	2	6	5-36	6-48	نحس	روز شہادت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؑ
جمعرات	23	3	7	5-37	6-47	نیک	
جمعہ	24	4	8	5-37	6-45	نحس	
ہفتہ	25	5	9	5-38	6-44	نیک	شروع قمر در عقرب 5-0 ج صبح
اتوار	26	6	10	5-39	6-43	//	
پیر	27	7	11	5-39	6-42	//	ختم 5-9 ج شام
منگل	28	8	12	5-40	6-41	//	روز وفات حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ محسن نجفی
بدھ	29	9	13	5-41	6-40	//	روز وفات علامہ ملتی جعفر حسین
جمعرات	30	10	14	5-41	6-38	نحس اکبر	
جمعہ	31	11	15	5-41	6-38	//	

امام علی رضا — اس ماہ جلاب لینا مفید ہے۔ کثرت بلغم سے گوشت یا حلوہ کھانا اور بلا عذر غسل کرنا مضر صحت ہے

۲۰۰ جلد ۱۵ شمارہ نمبر ۱۰ ماہنامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک

رجسٹرڈ نمبر آر — ۵۳

المبلغ

ماہنامہ ○ سرگودھا

جلد نمبر ۴۲۰ | جولائی اگست ستمبر | سنہ ۲۰۰۶ء | شمارہ ۷-۸-۹

مدیر مسئول: الحاج خان غلام شبیر خان

سالانہ چندہ پانچ روپے

فون نمبر ۷۱۰۹۲۰

محمدیہ جنتری بابت ۳ روپے

ایڈیٹر: منظور حسین نجفی

فہرست

		صفحہ
۱- نذرانۂ عقیدت	۲- سیر سیدۃ فاطمۃ علیہا السلام	۳
۳- در مدح فاطمۃ الزہراؑ	۴- حنا تو بن خلد	8
۵- ولادت حضرت امام علی زین العابدین		9
۶- نذرانۂ عقیدت در بارگاہ امام چہارم		14
۷- حضرت سعد بن معاذ		15
۸- زمین کہاں گئی آسمان کیسے گیے		23

الحاج خان غلام شبیر خان کے اہتمام ضیاء اللہ ثنائی پرنٹرز ثنائی پریس میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ المبلغ دار العلوم محمدیہ بلاک ۱۹ سے شائع کیا۔

نذرانہ عقیدت بخدمت علامہ نذر حسین ظفر اعلی اللہ مقامہ

۱۔ بیاں میں قبلہ علامہ کی زندگی کا کیا کروں
کامیابی قدم بوس ہوئی جس میداں میں قدم بڑھائے تھے وہ

۲۔ پھیلے ہوئے ہیں ہر طرف پروانے ان کے
شمع محبت تھے اور محبت پھیلاتے تھے وہ

۳۔ خوش طبع خوش وضع، خوش ذوق و خوش بیاں
ہر ایک مومن کو دل و جاں سے چاہتے تھے وہ

۴۔ امیر آتا، غریب آتا، جو بھی آتا پاس ان کے
محبت سے ہر ایک کو پہلو میں بٹھاتے تھے وہ

۵۔ زہد و تقویٰ کی علامت، پیکر عزم و شرافت تھے
ہر دکھی قلب کی، ہمیشہ دل جوئی فرماتے تھے وہ

۶۔ زندگی بھر نہ قضا ہوا ان سے روزہ و نماز
مصلی عبادت پر اکثر نظر آتے تھے وہ

۷۔ دشمن حیدرؑ سے نفرت تھی انہیں الفت حیدر کی بدولت
حق کی بات کرنے میں کبھی نہیں گھبراتے تھے وہ

۸۔ تقویٰ و پرہیز گاری و ریاضت کے ساتھ ساتھ
عزا داری مظلومؑ کو جاں سے زیادہ چاہتے تھے وہ

۹۔ سایہ دست امامت تھا ان کے سر پر
ہر بزم میں نمایاں نظر آتے تھے وہ

۱۰۔ شمع حب علیؑ سے رہے ترہت روشن ان کی
عشق آل رسالت کا دل میں پاتے تھے وہ

۱۱۔ مدرسہ محمدیہ میں ان کی خدمات کا کیا کہنا
تربیت طلباء میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے وہ

۱۲۔ گونجتی تھی صدا ان کی علم کے ایوانوں پر
شہنشاہ فصاحت تھے جب درس پڑھاتے تھے وہ

۱۳۔ سونا سونا نظر آتا ہے مجھے مدرسہ محمدیہ
بیٹھ کر علماء میں بزم کو چار چاند لگاتے تھے وہ

۱۴۔ لوگو! خدا کا فضل تھا جو چھن گیا ہم سے
بتا نہیں سکتا کیسے ہم پر شفقت فرماتے تھے وہ

۱۵۔ کیوں نہ لے گئے سفر آخر میں اپنے ساتھ مجھ کو
پہلے تو ہر سفر پر مجھے ساتھ لے جاتے تھے وہ

۱۶۔ بیٹا! جو بھی جائے اس سفر پر کبھی واپس نہیں آتا
یہی بات اکثر مجھے سمجھاتے تھے وہ

۱۷۔ جذبہ عجز کی طاقت تھی پاس ان کے
نخوت و کبر کو خاطر میں لاتے تھے وہ

عنصر عباس عنصر بلوچ
متعلم دارالعلوم محمدیہ سرگودھا

سیرت فاطمہؑ

خواتین کیلئے بہترین نمونہ عمل

از عاصمہ بتول اعوان گوجرانوالہ

حضرت فاطمہ ایک بے مثال بیٹی

عورت کے وجود کا آفتاب اسی وقت طلوع ہوا جب رسولؐ خدا کے گھر ایک بیٹی نے جنم لیا۔ آپؑ کی ولادت سے عورت کو وہ عظیم مقام حاصل ہوا جو آج تک کسی دور میں بھی اسے نہ ملا تھا۔ یہ وہ پر سعادت ولادت تھی۔ جب وہ عظیم لی لی معرض وجود میں آئیں جو تمام خواتین کیلئے مشعل راہ ہیں۔ وہ تمام امور جن کا تعلق صنف نازک کے جملہ امور سے ہے ان کو اس مخدومہ عالیہ نے اپنی مختصر حیات طیبہ کے دوران اس خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا جو تا قیامت ان کا عمل تمام عالم کی خواتین کیلئے نمونہ عمل ہے۔ آپ ایک باحیا بیٹی تھیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہؑ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اسی احترام کے ذریعے آنحضور نے معاشرے میں عورت کے احترام کو اجاگر کیا۔ حضرت فاطمہؑ اپنے شفیق باپ کی ہر دم خدمت گزار تھیں۔ وہ عزت کی پاسباں عفت و حیات کی مکمل تصویر بیٹی تھیں۔ ایسی بیٹی جو ہر مقام پہ اپنے ماں باپ کیلئے خوشی کا باعث بنتی ہیں۔ وہ حد درجہ سکون کا باعث تھیں جیسا کہ خود آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں بیٹی نہ ہو وہ گھر خدا کی رحمت اور برکت سے خالی ہے۔ حضرت فاطمہؑ آنحضرت کی انسان ساز آغوش میں تربیت حاصل کر کے دنیا کی ایک بے مثال عورت بنیں۔

حضرت فاطمہؑ بحیثیت زوجہ

ارشاد ربانی ہے کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ لباس جو نہ صرف موسم کے مطابق انسان کو گرمی سردی وغیرہ سے بچاؤ کا باعث بنتا ہے۔ بلکہ انسان کی زیبائش و آرائش کا باعث بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد دونوں فریق پر ایک دوسرے کا احترام اور اس کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ دونوں زندگی کے سفر میں ہر قدم، ہر منزل ہر راستے پر اکٹھے ہمسفر ہوتے ہیں۔ یہ ایسا تعلق ہوتا ہے۔ کہ دونوں کی کوششوں سے زندگی مانند گلستان اور خوش کن ہو جاتی ہے۔ اور ان کا گھر ایک مثالی گھر اور دنیا میں مثل جنت ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہؑ بھی ایک ایسی ہی رفیقہ حیات تھیں۔ جنہوں نے حضرت علیؑ کے گھر کو دنیا کا مثالی گھر اور درسگاہ عالم بنا دیا آپؑ ایک بہترین بیوی تھیں۔ اپنے شوہر کی غم خوار دلجوئی کرنے والی۔ آپؑ اپنا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ اپنے ہاتھوں سے چکی پیستیں۔ آٹا گوندھتیں۔ ہر وہ کام کرتیں جو امور خانہ داری سے متعلق تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپؑ ایک عبادت گزار اور شریعت کے

اصولوں پر کاربند رہنے والی تھیں۔ آپؑ کا گھر ایک مثالی گھر تھا۔ ڈاکٹر علی شریعتی اپنی کتاب (فاطمہ فاطمہ ہیں) میں فرماتے ہیں علیؑ کا گھر تو مثل کعبہ ہے جہاں اولاد ابراہیم رہتی بستی ہے۔ علیؑ کا گھر ہر اس دل کی منزل ہے جو حسن کا شعور رکھتا ہو' جو انسانیت کی عظمت کو پہچانتا ہو' جو آزادی' انصاف محبت' خلوص' قوت و توانائی کی عزت کرتا ہے۔ جہاد اور انقلاب کیلئے ابھارتا ہے۔ اور انسان کی آزادی اور بقا کیلئے خود قربانیاں دیتا ہے۔

اس مثالی گھر کی معمار ہیں فاطمہ الزہراؑ جنہوں نے اپنے گھر اپنے بچے اور اپنے شوہر ہر ایک سے محبت کی اور انہیں مثالی انسان بنایا۔

جب قدم قدم پر دلجوئی کرنے والی نیک شریک حیات ہو تو زندگی کی ہر کٹھن امتحان سے گزرا جا سکتا ہے۔ حضرت علیؑ کو ہر قدم پر جناب فاطمہؑ کی ہمدردیاں حاصل تھیں۔ وہ آپؑ کے ہر نیک کام کی تعریف کرتیں۔ اور کبھی اپنی کسی ضرورت کیلئے تنگ نہ کرتیں۔ اگر میری بہنیں بھی اس اصول کو اپنائیں تو شاید بہت سے گھروں میں جو فضائیں کشیدہ سی ہیں ختم ہو جائیں مگر آجکل تو یہ رواج ہی بن گیا ہے کہ خواتین اپنے خاوندوں کو اپنی ضروریات کیلئے اتنا تنگ کرتی ہیں کہ بالآخر وہ رشوت و بدعنوانی جیسے مکروہ و حرام فعل انجام دینے لگتے ہیں اس لئے خواتین کو چاہئے کہ وہ ایسی بیوی بنیں جو اپنے شوہر کے لئے قابل فخر ہو ایسی وفا شعار اور اطاعت گزار جیسی حضرت فاطمہؑ تھیں اگر عالم اسلام کی عورتیں ایسی ہی بیویاں بن جائیں تو ان کے گھر جنت کے نمونے بن جائیں اس لئے کہ جس شخص کی نیک بیوی ہے اس کا گھر دنیا میں جنت ہے۔ جناب فاطمہؑ ایک مثالی عورت اور مثالی بیوی تھیں۔ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والی ہر عورت کیلئے اگر کوئی قابل تقلید مثال ہے تو وہ جناب فاطمہ کی ہے۔ ایک بیوی اپنے گھر کو جناب فاطمہؑ کی طرح ایسا گھر بنا سکتی ہے جہاں الفت' محبت کے ترانے گونجتے ہیں۔ جہاں کی فضاؤں میں مخلوص کی مہکار ہو اور آنکھوں میں ایک دوسرے کیلئے زندگی بخش پیغام۔ ایسا گھر جہاں خدا کے احکامات کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کی فلاح کا باعث ہو جس کے مکیں دنیا کی بے مروتیوں سے پرے خوشگوار زندگی گزار رہے ہوں۔

جناب فاطمہؑ بحیثیت ماں

کائنات کا سب سے عظیم رشتہ جو قدرت نے عورت کو عطا کیا ہے وہ ماں کا رشتہ ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔

بچے کی سعادت کا آغاز اس کی ماں کی آغوش سے ہوتا ہے۔ اور ملک کی سعادت کا راز اس ملک کے بچوں کے اچھا ہونے میں مضمر ہے اس لئے کہ بسا اوقات ایک بچہ پوری مملکت کو اچھا بنا دیتا ہے۔ ایک اچھا انسان پورے ملک کی نجات کا باعث بن جاتا ہے۔ جبکہ ایک بدکردار انسان پوری مملکت کی ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔

گویا ماں کی گود ہی بچے کی سب سے پہلے تربیت گاہ ہے۔ اسی درس گاہ میں تربیت حاصل کر کے ہی وہ معاشرے کا

ایک مہذب فرد بنتا ہے۔ عورت کی سب سے پہلے اور اہم ذمہ داری ماں ہونے کی حیثیت سے ہے۔ ماں ہونے کی حیثیت سے دیکھا جائے تو حضرت فاطمہؑ ہمیں دنیا کی سب سے بہترین ماں نظر آتی ہیں۔ امام حسینؑ نے باطل کے سامنے سینہ سپر ہو کر سجدے میں سر کٹا کر اپنے نانا کی ڈولی ہوئی امت کے بیڑے کو ساحل مراد تک پہنچایا تو یہ جناب فاطمہ الزاہراؑ جیسی قابل احترام ماں کی گود میں تربیت حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔ جناب زینب عالیہؑ کربلا کی شیر دل خاتون جو آج دنیا بھر کی عورتوں کیلئے قابل تقلید مثال ہیں۔ یہ بھی اسی قابل مشرف گود سے ہی تربیت یافتہ ہیں۔ خواتین کو چاہئے کہ وہ سیرت فاطمہ کو اپناتے ہوئے معاشرے کو ایسے بچے دیں جو انسانیت کی اجڑی ہوئی مانگ میں سیندور بھر سکیں جو تاریخ کا رخ موڑ سکیں۔ ماں جو آنے والی نسلوں کی جسمانی اور روحانی بنیاد رکھتی ہے۔ جو تہذیب، معاشرت اور تمدن کی اولین تربیت گاہ ہے۔ اپنے بچوں کی تربیت بہترین انداز میں کر کے انہیں دین و دنیا میں فلاح و بہبود کا باعث بنا سکتی ہے۔ امام خمینیؒ فرماتے ہیں قرآن مجید انسان ساز ہے۔ اور عورتیں بھی انسان ساز ہیں۔

اے محترم عورتو! آپ نیک اور صالح اولاد کی تربیت کی ذمہ دار ہیں۔ بچوں کی پرورش اور تربیت سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر آپ ایک اچھا معاشرے کو دیں یہ آپ کیلئے پوری دنیا سے بہتر ہے۔ اگر آپ ایک حقیقی انسان کی تربیت کریں تو آپ کے لئے اس قدر شرافت اور عزت کا مقام ہے۔ کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ آپ کا بہترین کام یہ ہے کہ بچوں کی اچھی تربیت کریں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ تربیت کرنے کیلئے عورت کو کس ہستی کو راہ نما بنانا چاہئے تو ہمارے ذہنوں میں حضرت امام حسنؑ و حسینؑ جیسے حق پرست بیٹوں کی ماں آتی ہیں جن کی تربیت پانے والے بچے کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر اسلام کے گلشن کی اپنے خون سے آبیاری کر گئے۔ ایسی ماں جن کی بیٹی کربلا کی شیر دل خاتون کہلائیں اور یزید جیسے شخص کے سامنے کلمہ حق کہنے سے بھی نہ گھبرائیں۔ آج ہماری ملت کو ایسی ہی ماؤں کی ضرورت ہے۔ جو آج کے یزیدوں کے سامنے سینہ سپر ہونے والے بیٹے اور بیٹیوں کی تربیت کر سکیں اور یہ تربیت وہ سیرت فاطمہ کو اپنا کر ہی کر سکتی ہیں۔ اس لئے آج اس بات کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ کہ خواتین سیرت فاطمہؑ کا مطالعہ کریں۔ اور معاشرے میں بہترین ماں ثابت ہو کر اس کردار کی حقیقی معنوں میں پیروی کریں انہیں چاہئے کہ وہ معاشرے کو ایسے بچے دیں جو معاشرے کے مہذب اور نیک فرد ثابت ہوں۔ ایک ماں ہی تاریخ کا رخ موڑ سکتی ہیں۔ ایک مشہور مقولہ ہے۔ مرد کو پڑھائیں فرد کو پڑھائیں عورت کو پڑھائیں۔ ملت کو پڑھائیں۔ ایک پڑھی لکھی ماں چند بچوں کی تربیت کر کے جب انہیں معاشرے کے سپرد کرتی ہے تو ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارہ بن کر چمکتا ہے۔ اسی طرح معاشرہ روشن روشن ہو جاتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام خمینیؒ جیسے انقلاب اسلامی کے رہبر کو جنم دینے والی ہستی کتنی معتبر ہو گی۔ جن کی گود نے اتنے عظیم انسان کو پروان چڑھایا۔ علامہ اقبالؒ

قائداعظمؒ وغیرہ یہ سب لوگ جنہوں نے تاریخ کا رخ موڑا۔ ایک عورت کی گود میں ہی پرورش پاکر جوان ہوئے تھے اس لئے اگر آج عورت یہ سمجھتی ہے۔ کہ وہ کچھ نہیں کر سکتی تو اس کو ان مشہور لوگوں کو دیکھنا ہوگا۔

بجائے اس کے کہ عورت اعلیٰ تعلیم حاصل کرے حکومت کے ذمہ دارنہ عہدے پر فائز ہو کر معاشرے کی خدمت کرے یا مصنف بن کر پندرہ بیس کتابیں تحریر کر لیتی ہے۔ تو یہ اتنا اہم کام نہیں جتنا پسندیدہ بچوں کی تخلیق اور پھر ان کی بہترین پرورش کر کے معاشرے کو مہذب فرد عطا کرنا کہیں زیادہ اچھا ہے۔ اس کے لئے نہ تو ڈگریوں کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی یونیورسٹی کا تربیت یافتہ ہونا بلکہ صرف باشعور ہونا ضروری ہے۔ کہ اسے احساس ہو کہ اس کے نازک کندھوں پر کن ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔ وہ کردار جناب زہراؑ کی امین ہے۔ اور درسگاہ فاطمۃ الزہراؑ کی تربیت یافتہ ہے۔

دعا ہے کہ ہماری سب بہنیں اس عظیم فرض کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کریں اور اس طرح معاشرے کو سنوار دیں۔ عورت کا سب سے خوبصورت اور سب سے اعلیٰ روپ وہی ہے جس میں سیرت جناب فاطمہؑ کی جھلک نمایاں ہو۔ اللہ کرے ہر مسلمان لڑکی میں یہ جھلک نظر آئے۔

اطلاع وظائف

وظیفہ کے ضرورت مند طلبہ وطالبات برائے تعلیمی سال 2001-2002 کیلئے انجمن وظیفہ سادات و مومنین پاکستان سے حصول وظیفہ جدید و تجدید کیلئے درخواستیں داخل کرنے کی آخری تاریخ 15 ستمبر 2001 ہے۔ فارم درخواست جدید و تجدید انجمن مقامی و علاقائی اور مرکزی دفتر سے مفت حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ درخواستیں بذریعہ مقامی سیکرٹری ارسال کی جائیں۔

خبر غم

جناب سید سجاد حیدر صاب بخاری سیکنڈری بورڈ سرگودھا کے جوان سال بیٹے اور جناب سید زمرد حسنین بخاری GM.MCB و جناب پروفیسر سید ظل حسنین بخاری کوارڈینٹر ایجوکیشن کے بھتیجے کیپٹن ڈاکٹر سید علی حیدر بخاری ایک حادثہ میں مورخہ 3-8-2001 کو ملک فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ خداوند متعال مرحوم کو جنت الفردوس میں اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے والد سید سجاد حیدر بخاری جناب سید زمرد حسین بخاری اور جناب پروفیسر سید ظل حسنین بخاری کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ادارہ المبلغ اس غم میں جناب سید سجاد حیدر صاحب جناب سید زمرد حسین صاحب اور جناب پروفیسر سید ظل حسنین بخاری صاحب کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ (ادارہ)

در مدح حضرت فاطمۃ الزہراؑ

جھکو سلام کرو، اس کے آستانے کو
حسینؑ پال کے جس نے دیا زمانے کو

وہ گھر جہاں ہے رسول کریمؐ کی خوشبو
جھلک رہی ہے جناں کی فضا جہاں ہر سو

وہ در جہاں پہ رسول جلیلؐ آتے تھے
خدا کی وحی لئے جبرائیل آتے تھے

فضا وہ جس کو ترستے تھے حور اور غلماں
اسی فضا کے تھے پروردہ بوذر و سلماں

نبی نے چادر تطہیر بخش دی جس کو
خدا نے خلد کی جاگیر بخش دی جس کو

میں سیدہؑ کے فضائل شمار کیسے کروں
سمندروں کو میں کوزوں میں کس طرح سے بھروں

جہاں پہ سایہ رحمت ہے جس کی کہنہ ردا
اسی ردا کے تقدس میں ہے حدیث کسا

اسی کے نان جویں سے علیؑ کی بدر و حنین
اسی کے شیر کا اعجاز زینبؑ و حسینؑ

سخاوت ان کی رہی منتخب زمانوں میں
کہ ان کے دین کا شہرہ تھا آسمانوں میں

نسیم باغ جناں کو فدک سے کیا ملتا؟
مگر فدک سے غریبوں کو آسرا ملتا

عبادت اور ریاضت سے حسن خدمت سے
بڑھا نا رتبہ نسواں کو اپنی سیرت سے

عروج مہر سے ان کا عروج تھا برتر
رسولؐ خود کھڑے ہوتے تھے جن کی آمد پر

مباہلے کے مناظر کی یہ حقیقت ہے
وہ پانچ تن ہیں عیاں جن سے ایک وحدت ہے

جو دیکھتے تھے خدا کی دہائی دیتے تھے
ہر آئینے میں محمدؐ دکھائی دیتے تھے

خاتون خلد حضرت فاطمۃ الزہراؑ

بیت علیؑ کی زینت تاباں بتول ہے!
خاتون خلد ، گوشہ قبل رسول ﷺ ہے
تصویر پارسائی ہے زہراؑ ئے خوش خصال
ان کی نظر میں شوکت دنیا فضول ہے
گھر سادہ آپ کا ہے ، مگر رشک باغ خلد
محلوں کی شان آپ کے قدموں کی دھول ہے
پالا ہے آپ ہی نے امام حسین علیہ السلام کو
جو دین کی بناء ہے شہید اصول ہے
تاریخ کا یہ منظر حیرت بھی دیکھئے
راکب حسنؑ حسینؑ ہیں، مرکب رسولؐ ہے
بہر بتول ہو کرم اس پر مرے کریم
الیاسؔ بے نوا کی، جو عفت بتولؑ ہے

(جسٹس محمد الیاس)

ولادت

حضرت امام علی زین العابدینؑ

آپؑ ائمہ اہل بیت میں چوتھے امام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ امام علی زین العابدینؑ کی ولادت باسعادت ۵ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ بروز پنجشنبہ اور بعض روایات کے مطابق ۱۵ جمادی الثانیہ ۳۸ھ بروز جمعہ ہے۔ زیادہ تر علماء کا اتفاق ۱۵ جمادی الاولیٰ پر ہے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت شہربانو یزدجرد بن شہریار شاہ ایران کی صاحبزادی اور نوشیروان عادل کی پوتی تھیں۔ آپؑ کو ابن الخیرتین کہا جاتا ہے کیونکہ جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ خدا کے بندوں میں دو گروہ بہتر ہیں۔ پس عرب سے قریش کو اور عجم سے فارس کو منتخب کر لیا۔ اس بارے میں کہ حضرت شہربانو کس زمانہ میں مدینہ آئیں روایات مختلف ہیں۔ مصدقہ روایت کے مطابق شیخ مفید علیہ الرحمتہ نے ارشاد میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے زمانہ خلافت ظاہری میں حریث بن جابر کو خراسان کے ایک علاقہ پر حاکم بنا کر بھیجا وہاں ان کو ایران کے آخری معزول بادشاہ یزدجرد ابن شہریار کی دو لڑکیاں ملیں جن کو انہوں نے دربار خلافت میں بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے ان میں سے ایک (شہربانو جن کا لقب ان کے ملک میں شاہ زنان تھا) کا نکاح حضرت امام حسینؑ سے کر دیا جن کے بطن مبارک سے حضرت امام علی زین العابدینؑ کی ولادت ہوئی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی ذات بابرکت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کی وہ ہستی ہے کہ باوجود اختلاف مذہب تمام لوگ آپؑ کی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز لوگوں سے کہتے تھے اگر اشرف الناس کو دیکھنا ہو تو علی بن الحسین علیہما السلام کو دیکھو۔ امام زہری رقمطراز ہیں کہ میں نے حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے افضل کسی کو نہ پایا۔

آپؑ کے مشہور القاب سید الساجدین اور زین العابدین ہیں۔ سید الساجدین یعنی سجدہ کرنے والوں کے سردار۔ ابن بابویہ نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے کبھی کسی نعمت خدا کو یاد نہیں کیا۔ مگر یہ کہ اس نعمت کے واسطے سجدہ شکر ادا کیا اور نہ تلاوت کیا کسی آیہ کتاب خدا کو کہ جس میں سجدہ ہو مگر یہ کہ سجدہ کیا اور جب خدا نے کسی مکروہ کو جس سے انہیں خوف تھا یا کسی کے مکر کو ان سے رفع کیا اس وقت سجدہ کرتے تھے۔ اور جب دو آدمیوں میں صلح کراتے تو اس وقت سجدہ شکر ادا کرتے تھے۔ اور اثر اسجدہ جمیع مواضع سجود میں بہت نمایاں تھا اسی وجہ سے آپ کو سید الساجدین

کہتے ہیں۔ زیادہ سجدہ کرنے کی وجہ سے آپؑ کے اعضائے سجود پر گھٹے پڑ جایا کرتے تھے۔ جنہیں سال میں ۲ مرتبہ کاٹا جاتا تھا۔ اس سبب سے ذوالثفنات بھی کہتے ہیں۔

زین العابدین کے معنی ہیں عبادت کرنے والوں کی زینت۔ زہری جو اکابر اہل سنت سے ہے۔ کبھی حدیث کو امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل کرتا تھا تو فخر کے ساتھ کہتا تھا کہ مجھے خبر دی زین العابدین علیہ السلام نے۔ سفیان بن عیینہ کہ وہ بھی علمائے اہل سنت سے ہے۔ متعجب ہو کر دریافت کرتا تھا کہ تم حضرت علی بن الحسین علیہما السلام کو زین العابدین علیہ السلام کیوں کہتے ہیں۔ زہری جواب میں کہتا تھا اس لئے کہ میں نے سعید بن مسیب سے سنا ہے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں ایک منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں زین العابدینؑ گویا میں دیکھتا ہوں کہ میرا فرزند علیؑ ابن الحسینؑ آیا اور صفوں کو چیرتا ہوا عرش الٰہی تک پہنچا۔ کشف الغمہ میں روایت ہے کہ ایک شب حضرت زین العابدین علیہ السلام محراب عبادت میں مناجات الٰہی میں مصروف تھے کہ شیطان لعین کہ جس نے تمام انبیاء واوصیاء کی عبادت کو ملاحظہ کیا تھا۔ حضرت زین العابدین کی عبادت کو دیکھ کر آپؑ کو آزمانے کیلئے اللہ سے اذن کا طلب ہوا اور اجازت ملنے کے بعد ایک مہیب اژدھے کی صورت میں قریب آیا۔ اور عبادت میں خلل ڈالنے کی خاطر آپؑ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا لیکن آپؑ قطعاً اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پھر اس نے بڑھ کر آپؑ کے پاؤں کے انگوٹھے میں کاٹا اور چبانا شروع کیا۔ لیکن آپؑ پر کوئی اثر نہ ہوا اور نہ ہی خشوع و خضوع میں کوئی فرق آیا۔ یہاں تک کہ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو سمجھ گئے کہ وہ شیطان ہے۔ تو اس کے چہرے پر "بسم اللہ" کہہ کر زور سے طمانچہ مارا اور "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھا اژدھے کی شکل معدوم ہو گئی۔ اور جانماز کے نزدیک سے ایک دھواں سا بلند ہو کر فضا میں غائب ہو گیا۔ اور اسی وقت ہاتف غیبی نے "انت زین العابدین" کی تین بار صدا دی۔ اسی وقت سے آپؑ کا یہ لقب مشہور ہوا۔

کتب تاریخ و سیر بتاتی ہیں کہ امام زین العابدینؑ صفات میں بالکل اپنے دادا حضرت علیؑ سے مشابہ تھے۔ رات بھر نماز پڑھتے۔ نماز تہجد کبھی قضا نہیں ہوئی۔ صبح سویرے مسواک کر کے وضو فرماتے۔ جب آپؑ وضو کرتے تو آپؑ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا تم نہیں جانتے کس کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ آپؑ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا۔ رات بھر جاگنے کی وجہ سے آپؑ کا سارا بدن زرد رہا کرتا تھا اور خوف خدا میں روتے روتے آپؑ کی آنکھیں پھول جایا کرتی تھیں اور نماز میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ اور پیشانی پر گھٹے رہا کرتے اور ناک کا سرا زخمی رہا کرتا تھا۔ جب آپؑ مصلے پر کھڑے ہوتے تو لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے بدن میں کپکپی اور جسم میں تھرتھری کا سبب دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں اور اس کی جلالت مجھے از خود رفتہ کر دیتی ہے اور مجھ پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ آپؑ شب و روز میں ایک ہزار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے۔ نماز

کے ساتھ ساتھ اوراد و ظائف بھی طویل ہوتے تھے۔ آپؑ کی مناجات اور دعاؤں کا مجموعہ صحیفہ کاملہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور زبور آل محمد کہلاتا ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا اللہ پر توکل کا یہ عالم تھا کہ علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ آپ بچپن میں ایک بار بیمار ہوئے آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام نے پوچھا بیٹا اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اور تم کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو تو بیان کرو تاکہ میں فراہم کرنے کی کوشش کروں۔ آپؑ نے عرض کی بابا جان اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھا ہوں۔ اور میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوند عالم میرا شمار ان لوگوں میں کرے جو پروردگار عالم کے قضاء قدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے۔ آپؑ کی نو برس کی عمر کا ایک واقعہ اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ آپؑ حج کیلئے مدینہ سے پیدل روانہ ہوئے نہ کوئی توشہ ساتھ تھا نہ بستر نہ سامان راستہ میں ابراہیم بن ادھم جو قضائے حاجت کی خاطر اپنے قافلہ سے پیچھے رہ گئے تھے سے ملاقات ہوئی۔ وہ ناقل ہیں کہ میں نے جو ایک نو عمر لڑکے کو جس کے چہرے سے نور ہویدا تھا بے سروسامان تنہا پیدل جاتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گیا اور فوراً خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا صاحبزادے یہ لق و دق صحرا اور تم تنہا ذرا تو سوچو کہ تمہارا زادراہ اور تمہارا راحلہ کہاں ہے۔ اور تم کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ اس نو عمر نے جواب دیا۔ "زادی تقوی وراحلتی رجلای و تصدی مولای" میرا زادراہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں اور میرا مقصود و میرا آقا ہے۔ اور میں حج کیلئے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا آپ تو بالکل کمسن ہیں۔ حج تو ابھی آپ پر واجب نہیں۔ اس نو عمر نے جواب دیا بے شک تمہارا کہنا درست ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹے چھوٹے بچے بھی مر جاتے ہیں اس لئے میں حج کو ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلے موت آجائے۔ میں نے پھر سوال کیا اے صاحبزادے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے پاس کھانے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔ جواب ملا ملا اے شیخ کیا جب تم کسی کے یہاں مہمان جاتے ہو کیا کھانا اپنے ہمراہ لے جاتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے فرمایا سنو! میں تو خدا کا مہمان ہو کر جا رہا ہوں کھانے کا انتظام اس کے ذمہ ہے۔ میں نے پھر سوال کیا اتنے طوفانی سفر کو پیدل کیونکہ طے کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا کام کوشش کرنا ہے۔ اور خدا کا کام منزل مقصود تک پہنچانا ہے۔ یہ فرما کر آپؑ روانہ ہو گئے۔ تو میں دیکھتا رہ گیا۔ تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ صحرا میں سے ایک جواب رعنا جو خود صاحب جلالت تھا نمودار ہوا اور قریب جا کر صاحبزادے کی تعظیم کی اور پیشانی پر بوسہ دیا اور ادب کے ساتھ گفتگو کرتا رہا پھر تعظیم دے کر رخصت ہو گیا۔ مجھ سے پھر نہ رہا گیا۔ دوڑا ہوا آپؑ کے پاس پہنچا اور عرض کیا صاحبزادے یہ تو بتلائیے کہ آپ کون ہیں اور یہ کون تھا جو صحرا میں آپ کے پاس آکر غائب ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا میں امام حسین علیہ السلام کا بیٹا اور یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جو ہم آل رسول کی زیارت کیلئے آیا کرتے ہیں۔ ابراہیم کہتے ہیں میں نے پھر سوال کیا کہ آخر آپؑ اتنے لمبے سفر کو بلا زادو راحلہ کیونکر طے کریں گے۔ تو آپؑ نے فرمایا میں زادو راحلہ

سب کچھ رکھتا ہوں اور وہ یہ چار چیزیں ہیں۔

(۱) دنیا اپنی موجودات سمیت خدا کی ملکیت ہے۔ (۲) ساری مخلوق اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ (۳) اسباب اور ارزاق خدا کے ہاتھ میں ہیں اور (۴) قضائے خدا ہر زمین میں نافذ ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا خدا کی قسم آپ ہی کا زاد و راحلہ صحیح طور پر مقدس ہستیوں کا سامان سفر ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ آپؑ نے ۲۵ حج پا پیادہ کئے اور جب کبھی آپ نے سواری پہ سفر کیا تو اپنی سواری کے جانور کو ایک کوڑا بھی نہیں مارا۔ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ پابندی کے ساتھ عمل خیر بجالاؤں خواہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ خفیہ خیرات کرنا بھی آپؑ کا طریقہ تھا۔ رات کے وقت روٹیاں یا آٹے کی بوریاں پیٹھ پر لاد کر فقرائے مدینہ کو بانٹتے تھے۔ اور دن میں ضعیف و نادار ہمسایوں کو مشک میں پانی پہنچا دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپؑ کی پشت پر سیاہ داغ پڑ گیا جو غسل دیتے وقت نظر آیا۔

حافظ ابو نعیم حلیۃ الابرار میں لکھتے ہیں کہ جب ہشام بن عبدالملک جو بادشاہ وقت کا بیٹا تھا۔ اور بعد میں خود بھی بادشاہ بنا حج کیلئے گیا اس نے حجر اسود کو بوسہ دینے کی بہت زور مارا لیکن لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود تک رسائی نہ ہو سکی۔ پس ایک کرسی ڈال کر زمزم کے قریب بیٹھ گیا۔ اور لوگوں کی آمد و رفت دیکھنے لگا۔ اور اس کے گرد امرائے شام کی ایک جماعت بھی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ابھی اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے آپؑ نے طواف کے بعد جب حجر اسود کی طرف رخ کیا تو عام لوگ منتشر ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپؑ نے حجر اسود کو چومایہ دیکھ کر ہشام جل بھن کر راکھ بن گیا اتنے میں اہل شام میں سے ایک آدمی نے ہشام بن عبدالملک سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں جن کی لوگ اس قدر تعظیم کرتے ہیں ہشام اس خوف سے کہ مبادا لوگ آپؑ کے گرویدہ ہو جائیں تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں۔ ابو فراس فرزدق جو اسی زمانہ کا مشہور شاعر تھا اور دربار سے بھی وابستہ تھا اور قریب ہی موجود تھا کہنے لگا تو نہیں جانتا مگر میں تو ان کو خوب پہچانتا ہوں کہ یہ کون ہیں۔ اور ایک عظیم الشان قصیدہ فی البدیہہ آپؑ کی شان میں عرض کیا۔ اس قصیدہ کے پہلے شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ "یہ وہ شخص ہے کہ جس کو خانہ کعبہ، حل و حرم سب پہچانتے ہیں اور اس کے قدم رکھنے کی جگہ قدم کی چاپ کو زمین بطحا بھی محسوس کر لیتی ہے۔ اس قصیدہ کو سن کر ہشام آگ بگولہ ہو گیا۔ اور فرزدق کو قید کر دیا۔ امام علیہ السلام نے فرزدق کو چالیس ہزار دینار عطا فرمائے اور مزید چالیس سال زندہ رہا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بہت سے معجزات ہیں جن میں سے صرف ایک نقل ہے۔ علامہ شبلنجی اور علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ بلخ کا رہنے والا ایک دوست دار اہل بیت ہمیشہ جب حج سے فارغ ہوتا تو خدمت امام میں مدینہ حاضر ہو کر آپؑ کی زیارت سے مشرف ہوتا۔ ایک مرتبہ جب وطن واپس ہوا تو اس کی بیوی نے کہا تم ہمیشہ اپنے امام کیلئے تحائف لے کر جاتے ہو مگر وہاں سے کچھ نہیں لاتے۔ اس نے کہا میں تو مال دنیا لے جاتا ہوں جو فانی ہے اور وہاں سے ہمیشہ

باقی رہنے والی دین کی دولت سے مالامال ہو کر لوٹتا ہوں۔ خبردار ایسی بات آئندہ نہ کہنا کیونکہ وہ امام وقت ہیں۔ مالک دین و دنیا ہیں کہیں تمہاری یہ بات ان تک نہ پہنچ جائے۔ اگلے سال جب وہ مرد بلخی حج سے فارغ ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اس مرد مومن کیلئے بھی آپؑ نے کھانا طلب فرمایا۔ اور اصرار کر کے شریک طعام کیا۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے امامؑ کے ہاتھ دھلانے چاہے آپؑ نے فرمایا تو میرا مہمان ہے تیرا کام نہیں مگر وہ مصر رہا آخر امامؑ خاموش ہو گئے۔ اور اس نے ہاتھ دھلانا شروع کیا جب آفتابہ ایک تہائی بھر گیا تو آپؑ نے پوچھا دیکھو اس میں کیا ہے اس نے دیکھ کر کہا پانی ہے۔ آپؑ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ یاقوت احمر ہیں۔ اب جو اس نے دوبارہ دیکھا تو وہ پانی پانی نہ رہا تھا بلکہ وہ سرخ یاقوت بن چکا تھا۔ اس نے دوبارہ ہاتھ دھلانا شروع کیا جب آفتابہ ۲ تہائی بھر گیا تو آپؑ نے فرمایا دیکھو کیا ہے اس نے دیکھا تو یاقوت کے اوپر پانی تھا۔ اس نے جواب دیا ہولا پانی ہے۔ آپؑ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ زمرد اخضر ہیں۔ اور وہ پانی سبز زمرد میں تبدیل ہو گیا۔ اس نے پھر ہاتھ دھلانا شروع کیا اور جب آفتابہ بھر گیا تو آپ نے پوچھا کیا ہے پھر اوپر پانی تھا اس نے کہا پانی ہے۔ آپؑ نے فرمایا نہیں بلکہ دز ابیض ہیں اور آپؑ کے فرماتے ہی وہ پانی سفید موتیوں میں بدل گیا امام علیہ السلام نے وہ سارے جواہرات اس مرد بلخی کو دیئے اور کہا کہ یہ اپنی بیوی کو دے دینا اور کہنا کہ ہمارے پاس مال دنیا سے کچھ اور نہیں ہے۔ جب اس نے واپسی پر یہ جواہرات اپنی زوجہ کو دیئے تو وہ حیران رہ گئی اور اس سے وعدہ لیا کہ آئندہ وہ بھی امام علیہ السلام کی زیارت کو جائے گی۔ دوسرے سال اس کی بیوی بھی اس کے ہمراہ حج کیلئے گئی۔ حج سے فارغ ہو کر دونوں مدینہ کیلئے روانہ ہوئے۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر قضائے الٰہی سے وہ مومنہ انتقال کر گئی وہ شخص روتا ہوا حضرت امام علیہ السلام حاضر ہوا اور بیوی کی خبر مرگ سنائی۔ امام علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے پھر فرمایا جاؤ اپنی بیوی کو یہاں لے آؤ۔ جب وہ واپس بیوی کے پاس پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جس کو وہ مردہ چھوڑ گیا تھا وہ زندہ سلامت بیٹھی ہے۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ جب ملک الموت میری روح کو قبض کر چکے تو ایک نورانی شخص سامنے سے آتا ہوا نظر آیا ملک الموت نے انہیں سلام کیا اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ انہوں نے جواب سلام دیکر کر فرمایا کہ یہ میری زائرہ ہے۔ اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دو میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی عمر تیس سال بڑھوالی ہے۔ جب وہ دونوں خدمت امام علیہ السلام میں پہنچے تو امام پر نظر پڑتے ہی وہ مومنہ فوراً بولی یہی تو تھے جن کے طفیل مجھے دوبارہ زندگی ملی ہے۔

اللہ ہم سب کو آئمہ کرام علیہم السلام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

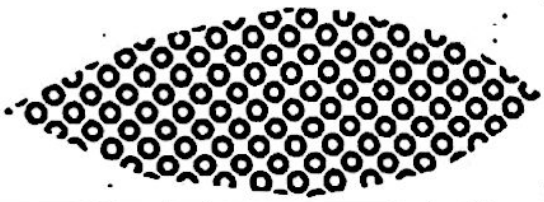

نذرانہ عقیدت بارگاہ امام چہارم حضرت زین العابدینؑ

دین کی زینت ہے وہ سردار زین العابدین
معرفت کے جام سے سرشار زین العابدینؑ

کربلا کا عابد بیمار زین العابدین
قیدیوں کا قافلہ سالار زین العابدینؑ

دین ہے گر آئینہ دیدار زین العابدین
دین ہے گر وقت تو رفتار زین العابدینؑ

آپ کی ذات گرامی دین پر ایسے محیط
جیسے دیں ہو دائرہ پر کار زین العابدینؑ

نانا تیرا احمد مختار زین العابدین
دادا تیرا حیدر کرارؑ زین العابدینؑ

وارث دین پیمبرؐ وارث ذبح عظیم
زینب دلگیر کا دلدار زین العابدینؑ

لرزہ براندام ایواں جبر و استبداد کے
تیرے عزم و صبر سے صدبار زین العابدینؑ

فاجروں کو فاسقوں کو سرنگوں کرتی رہی
تیرے علم و حلم کی تلوار زین العابدینؑ

تیرے اوصاف حمیدہ کا کروں میں کیا بیاں
میں ہوں کیا اور کیا مرے اشعار زین العابدینؑ

ہو عطا مقبولؔ کو دربانی تربت حضور
ہے سخی سرکار کی سرکار زین العابدینؑ

حضرت سعدؓ بن معاذ

ترجمہ: سید فیضی

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ نیک عاقبت کے حامل انسان تھے۔ جنہیں قبیلہ اوس کے رئیس ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ ان کی والدہ کبشہ جو رافع کی بیٹی تھیں وہ پہلی خاتون ہیں جو انصار اور اہل مدینہ میں سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدر، احد اور خندق کے غزوات میں شرکت کرنے کا افتخار حاصل ہے۔ اور جنگ بدر میں تو قبیلہ اوس کا پرچم انہی کے ہاتھ میں تھا۔ اور دوسری صدی ہجری کے دوران میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۱ھ میں مدینے کی حکومت پر انہی کو مامور فرمایا تھا۔ یہ وہی سعدؓ تھے جنہوں نے احد سے مدینہ واپسی پر بنی عبدالاشہل کی خواتین کو حکم دیا تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے گھر جا کر ان کے رشتہ داروں سے اظہار تعزیت کریں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ان کیلئے دعا فرمائی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلسلہ مواخات کے تحت سعد بن معاذ اور سعد بن ابی وقاص کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ اسی طرح اس کے بھائی عمرو بن معاذ اور عمیر بن ابی وقاص میں رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا۔ عمیر تو جنگ بدر میں کم و بیش 32 سال کی عمر میں عمرو بھی جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ہجرت کے پانچویں سال سعد بن معاذ جنگ خندق کے بعد ہاتھ پر تیر لگ جانے کے باعث 37 سال کی عمر میں انتقال کر گئے اور انہیں بقیع کے قبرستان میں حضرت عقیل بن ابی طالبؑ کے گھر کی دیوار کے پائین سپرد خاک کر دیا گیا۔

سعد بن معاذؓ اور جنگ بدر

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بدر کی جانب کوچ فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ جنگ کا مول لینے کا نہیں تھا۔ بلکہ اہل مکہ پر اقتصادی دباؤ بڑھانے کا تھا۔ تاکہ تجارتی قافلوں کی آزادانہ آمد و رفت پر اثر انداز ہو جائیں گے۔ لیکن راستے ہی میں یہ خبر مل گئی کہ قریش ایک بڑا لشکر لے کر مسلمانوں کو روکنے کیلئے نکل چکا ہے۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سوچنے پر حیرت ہوئی کہ جنگی وسائل نہ رکھتے ہوئے اور لڑائی کا ارادہ کئے بغیر ہی وہ آمادہ پیکار ہو جائیں گے یا اپنے مطلب کے مطابق ہی کام کریں جو کہ محض عرب قافلے کو غارت کرنے کا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا۔ کہ ان دو کاموں میں سے ایک پر عمل کرنا مسلمانوں کا مقدر بن چکا ہے۔ یعنی یا تو جنگ کر

کے فتح حاصل کی جائے یا پھر دولت اور تجارتی مال حاصل کیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ... ے کی خاطر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا۔ "یارسول اللہؐ! وہ لوگ قریش کے متکبرین میں سے ہیں اور کافر ہیں۔ ابھی ایمان نہیں لائے۔ اور جب سے یہ اپنے آپ کو باعزت سمجھنے لگے ہیں کسی نے انہیں ذلیل و رسوا نہیں کیا اور ہم بھی تو ابھی ان سے آمادہ جنگ نہیں ہوئے!" حضرت عمرؓ بن خطاب بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسے کلمات ہی کہے۔ پھر مقداد اٹھے اور کہا "یارسول اللہؐ! ہر چند یہ لوگ تکبر کرنے والے خود پسند اور بہادر قریشی ہیں اور ہم ہیں کہ حضورؐ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے کہ جو کچھ حضورؐ لے کر آئے ہیں۔ وہ حق ہے اور حقیقت پر مبنی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حضورؐ حکم فرمائیں تو ہم آگ میں کود پڑیں اور خاردار درختوں پر چڑھ جائیں۔ حضورؐ کے احکام کی تعمیل اور اطاعت و فرماں برداری سے کبھی منہ نہیں موڑیں گے اور جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے انہیں کہا تھا وہ الفاظ ہماری زبان پر کبھی نہیں آئیں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا۔: **اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون.**

"آپ اور آپ کا رب دونوں جا کر لڑائی کریں۔ ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ جو حکم اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دیا ہے آپؐ اس کے مطابق عمل کریں ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

مقداد کی یہ باتیں سن کر حضور علیہ السلام خوش ہوئے اور اسکے لئے دعا فرمائی اور پھر فرمایا۔ "اچھا تو تم کیا کہہ رہے تھے؟"

اس پر سعد بن معاذؓ اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہؐ! ہم اہل مدینہ کیا واقعی بالکل ایسے ہیں جو آپؐ کو پسند ہے؟" فرمایا "بالکل ویسے ہی۔"

اس پر سعدؓ بولے "ہم آپؐ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہم نے اس کی تصدیق کی آپؐ جو چاہیں ہمیں حکم دیں اور ہمارے مال و متاع میں سے جو کچھ مطلوب ہو وہ حاضر ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی آپؐ اس مال میں سے لیں گے وہ ہمیں مزید خوش حال بنانے کا باعث بنے گا۔ خدا! اگر آپؐ فرمائیں تو ہم دریا میں چھلانگ لگا کر اس کی تہہ تک چلے جائیں۔ آپؐ کا جو حکم ہوگا ہم دل و جان سے اس حکم کی تعمیل کریں گے۔"

یہ باتیں سن کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا **سیروا علی برکة الله** "اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کوچ کرو۔"

اسی طرح جس دن جنگ بدر کا آغاز ہوا تو سعد بن معاذؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو آپؐ کے آرام فرمانے کیلئے یہاں ایک سائبان لگا دیا جائے اور سواری کا بھی بندوبست

لر دیا جائے کیونکہ حسب مراد اگر ہم فتح مند ہو گئے تو خیر ورنہ حضورؐ اس پر سوار ہو کر مدینہ تشریف لے جائیں تاکہ اہل مدینہ لی مدد حاصل ہو سکے۔ اور وہ اہل مدینہ جو ہمارے ساتھ اس سفر میں شامل نہیں ہوئے تھے اس کی وجہ شاید یہی تھی کہ انہیں خیال بھی نہیں تھا کہ لڑائی ہو گی ورنہ وہ تو ہم سے بھی زیادہ حضورؐ کو عزیز رکھتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ سن کر اس کیلئے دعا فرمائی پھر سائبان لگا دیا گیا اور حضورؐ اس میں بیٹھ کر جنگ کا نظارہ فرماتے رہے۔

حضرت سعدؓ غزوہ خندق میں

جنگ خندق میں دشمنوں کے خوف سے عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں ٹھہرایا گیا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں جب قلعہ سے باہر نکلی کہ دیکھوں لوگ کیا کر رہے ہیں تو اچانک میں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص میرے پیچھے کھڑا ہے۔ مڑ کر دیکھا تو وہ سعد بن معاذؓ تھے۔ زرہ ان کے جسم پر تھی مگر ان کے ہاتھ زرہ کی آستینوں سے باہر تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے سعدؓ کی والدہ سے کہا۔ "واہ! کیا خوب! سعد! اس قدر لمبی چوڑی زرہ پہنتے ہیں کہ ان کے ہاتھ بھی اس میں چھپ جاتے ہیں۔"

اس وقت حبان بن عرقہ نامی ایک شخص نے سعد کو نشانہ بناتے ہوئے ایک تیر ان پر چلایا جس سے ان کی رگ اکحل ۱ چھد گئی۔ اس پر حبان نے کہا۔ "سن لے کہ میں عرقہ ۲ کا بیٹا ہوں۔"

سعدؓ نے یہ سن کر جواب دیا۔ غرق الله وجهك في النار (اللہ تیرے چہرے کو آگ میں ڈالے)"

رگ اکحل سے خون بہنے کے سبب سعدؓ روز بروز کمزور ہو کر موت کے خطرے سے دوچار ہوتے جا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد نبویؐ میں خیمہ لگا دیا جائے اور سعدؓ کو اس خیمے میں رکھا جائے تاکہ مجھ پر اس کی عیادت کرنا آسان ہو جائے۔ نیز کعیبہ یا رفیدہ نامی ایک عورت کو حکم دیا گیا کہ وہ اس کا علاج معالجہ کرتی رہے کیونکہ یہ عورت مجروحین کا علاج کرنے کیلئے مسجد نبویؐ ہی میں خیمہ لگا کر رہتی تھی۔ اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ سعد بن معاذؓ کی عیادت کیا کرتے تھے۔

ایام جاہلیت میں سعد بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ اور جنگ خندق سے پہلے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد کر رکھا تھا کہ وہ دشمنان اسلام کی مدد نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی انہیں جنگی اسلحہ فراہم کریں گے۔ لیکن بنی قریظہ نے اپنا عہد توڑ دیا اور وہ مختلف دستوں سے مل گئے جس کی وجہ سے جنگ خندق معرض وجود میں آئی۔ سعد بن معاذ اس لر وہ نے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات کی وجہ سے ان کی عہد شکنی کے باعث بہت نالاں تھا۔ چنانچہ اس نے بارگاہ خداوندی میں دعا لی اے بار الٰہا! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ کہ بنی قریظہ کی نسبت میرے خیالات بدل جائیں اور میں اس سے بدلہ لے

۱۔ رگ اکحل وہ رگ ہوتی ہے جسے نشتر سے کاٹا جاتا ہے۔ ۲۔ ابن عرقہ اسکو اسلئے کہا جاتا ہے کہ اسکی ماں بہت خوشبوئیں اور قسم قسم کے عطریات سے خود کو معطر رکھا کرتی تھی

سکوں۔ یہ دعا کرنے کے بعد اس کی رگ اکحل نے جوش مارا جس کی وجہ سے رگ سے بہتا ہوا خون رک گیا اور سعدؓ کی حالت آہستہ آہستہ بہتر ہونے لگی۔

سعد بن معاذؓ اور بنی قریظہ

بعد ازاں کہ خداوند تعالیٰ نے سخت تیز اور ٹھنڈی ہوا چلائی اور کفار مجبور ہو گئے تو آخر انہوں نے آدھی رات کے وقت راہ فرار اختیار کر لی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ابھی زیب تن جنگی لباس اتار ہی رہے تھے کہ جبرائیل امینؑ حاضر خدمت ہوئے اور کہا "اللہ کے رسولؐ! ملائکہ کے زمین چھوڑنے سے پہلے ہی آپؐ نے اسلحہ جنگ اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اب حضورؐ ہی بنی قریظہ کی طرف جائیں۔ اس حکم کی بنا آوری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرچم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کیا اور حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ وہ اعلان کر دیں کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں ادا کی جائے گی۔ اعلان سن کو تین ہزار آدمیوں نے بنی قریظہ کی جانب کوچ کیا۔ وہاں پہنچ کر 14 یا 15 دنوں تک قلعہ کو محاصرے میں لئے رکھا یہاں تک کہ قلعے میں محصور لوگ تنگ آکر کہنے لگے کہ جو حکم ہو ہم اسے ماننے کیلئے تیار ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مردوں کے بازو باندھ دیئے جائیں اور عورتوں کو ایک طرف علیحدہ کر دیا جائے۔ اس وقت اوس قبیلے اور سعد بن معاذؓ کے گھر والوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! انہیں بخش دیجئے کیونکہ ایام جاہلیت میں یہ لوگ ہمارے حلیف اور ہم پیمان تھے بالکل اسی طرح جیسے کہ حضورؐ نے بنی قینقاع قبیلے کے عبداللہ بن ابیؓ کے حلیفوں میں سے سات سو افراد کو بخش دیا تھا۔ یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "کیا آپ اس بات پر راضی ہیں کہ میں ایک ایسا شخص تمہارے حوالے کروں جو اس بات کا فیصلہ کر دے؟" انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کون شخص ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "سعد بن معاذؓ" سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ "ہمیں منظور ہے۔" "چنانچہ سعد بن معاذؓ کو سواری پر بٹھا کر بڑی عزت و احترام کے ساتھ بنو قریظہ کے قلعے کے سامنے لایا گیا۔ اوس کے لوگوں نے سعدؓ کی سواری کو اپنے حلقے میں لے کر کہا۔ "آج کا دن تلافی مافات کا دن ہے۔ اوس و خزرج کی تمام جنگوں میں بنو قریظہ نے کمک کا کام سر انجام دیا تھا۔ اب وقت ہے کہ وہ اپنے ہی حلیفوں کی کمک کریں۔ سعدؓ نے یہ سن کر زیر لب کہا۔ اب وقت ہے: کہ اللہ کے حکم کے نتیجے میں کسی شخص کی ملامت و سرزنش پر کان نہ دھروں! قبیلہ اوس ناامید سا ہو چکا تھا۔ اور اس کے افراد نے جان لیا تھا کہ بنی قریظہ والے ختم ہو رہے ہیں۔

بنی قریظہ کی خواتین نے جب سعدؓ کو دیکھا تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا۔ "اپنے پرانے دوستوں اور ساتھیوں کے بارے میں بھی فیصلہ کرو! اس پر سعدؓ یہودیوں کی طرف

متوجہ ہوئے اور کہا۔ "اے یہودیو! کیا میرا فیصلہ تمہیں قبول ہوگا؟ سب نے مل کر جواب دیا۔ ہاں! آپ کا فیصلہ ہمیں قبول ہوگا۔ اور ہمیں امید ہے کہ آپ عدل و انصاف پر مبنی فیصلہ کریں گے۔ پھر اہل اسلام کی طرف رخ کرتے ہوئے اور پیغمبر اسلام کو مخاطب کر کے انہوں نے کہا "میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حکم جاری کر دیا جائے ہم بھی راضی ہیں۔

سعدؓ نے کہا کہ میں نے حکم جاری کر دیا ہے۔ کہ وہ مرد اور جوان جو بالغ ہو چکے ہیں، قتل ہو جائیں گے۔ عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے گا اور جو مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔ اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور ان کی املاک مہاجرین کیلئے وقف ہوں گی۔ کیونکہ سب کے سب انصار ملک والے نہیں ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حکمت بما حکم اللہ من فوق سبعة ارقعة "یعنی تو نے حکم کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہفت طبقہ آسمان کے اوپر سے اس کا حکم دیا ہے۔"

سعدؓ بن معاذ کا انتقال

ہر چند کہ سعدؓ کے بازو کا زخم اب کچھ مندمل ہو چکا تھا۔ مگر اسکے باوجود جب وہ قلعہ بنو قریظہ سے واپس لوٹا تو تھوڑی سی دیر کیلئے سو گیا۔ سوتے میں ایک چھوٹا سا مینڈھے اس کے تیر زدہ زخمی بازو سے ٹکرا گیا۔ جس کے باعث زخم دوبارہ کھل گیا اور بڑی تیزی کے ساتھ زخم سے خون بہنے لگا۔ بہت کوشش کی گئی کہ خون بند ہو جائے لیکن کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی اور اسی حالت میں جبکہ ان کی عمر ۳۷ سال تھی انتقال ہو گیا۔

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے زخم کے دوبارہ کھل جانے کی خبر ملی تو حضورؐ اس کی عیادت کو گئے اور اس حالت میں اسے اپنی آغوش میں لے لیا کہ سعدؓ کے زخم بازو سے بہتا ہوا خون حضورؐ کے سر اور رخ مبارک کو آلودہ کر رہا تھا۔ حضورؐ نے سعدؓ کے سر اور چہرے کو اپنے دامن تلے رکھ کر سفید کپڑے سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا اور وہ کپڑا اتنا چھوٹا تھا۔ کہ سر اور چہرہ ڈھانپتے تو پاؤں ننگے رہ جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو چہرہ ننگا رہ جاتا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعدؓ کیلئے دعا فرمائی کہ بار الٰہا! سعدؓ تیری راہ میں جنگ آزما ہو چکا ہے، تیرے رسولؐ کی اس نے تصدیق کی ہے۔ اس کی روح کو قبول فرما۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا سن کر سعدؓ کو ذرا ہوش آیا تو اس نے آنکھیں وا کیں اور کہا۔ "یا رسول اللہؐ! آپ پر سلام ہو۔ آپ گواہ ہیں کہ حضورؐ کی رسالت پر میرا ایمان ہے! سعدؓ کے گھر والوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سعدؓ کے ساتھ پیار اور محبت کے یہ انداز دیکھے تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تم لوگ جتنی تعداد میں ہو اتنی ہی تعداد میں فرشتے زمین پر نازل ہو کر سعدؓ کے سانحہ

ار تحال میں شریک ہوں۔ اس موقع پر سعدؓ کی والدہ نے بیٹے کا مرثیہ بھی کہا تھا۔ جس کی تصدیق خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔

پیغمبرؐ اور سعدؓ کے جنازے کا احترام

صبح کے وقت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو جبریل امینؑ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔ "یارسول اللہؐ! آپؐ کی امت میں سے کیا کسی ایسے شخص نے بھی رحلت کی کہ آسمانی فرشتوں نے اس کی روح پرواز کر جانے پر آپس میں ایک دوسرے کو مبارک دی ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے تو اس بات کا کوئی علم نہیں! ہاں! اتنا ضرور جانتا ہوں کہ سعد بن معاذ جب بیمار تھا تو اسے مسجد میں لے آئے تھے۔ اس پر میں نے پوچھا کہ سعد کو کیا ہوا؟ جواب ملا کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کے گھر والے اسے یہاں لے آئے ہیں۔ بعد ازاں حضور اکرم اصلی علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر ادا کی اور مسجد سے باہر تشریف لے گئے۔ بہت سے لوگ حضورؐ کے پیچھے ہو لئے۔ حضورؐ تیز تیز قدموں سے راہ پیما تھے۔ جس کے باعث حضورؐ کے تعاقب میں چلنے والوں کو بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ان کے پاؤں سے جوتے اترے جا رہے تھے کندھوں سے ان کی عبائیں گرتی جا رہی تھیں۔ پھر بھی ایک شخص نے بھاگم بھاگ آگے بڑھ کر عرض کرنے کی جسارت کی کہ یارسول اللہؐ! آپؐ نے تو لوگوں کو تکلیف میں ڈال دیا! فرمایا" مجھے تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں فرشتے ہم پر سبقت نہ لے جائیں اور سعدؓ کو غسل دے بیٹھیں۔ جیسا کہ حنظلہ کے جنازے پر وہ ہم پر سبقت لے گئے تھے۔ اور فرشتوں نے ہی اس کی میت کو غسل دیا تھا۔"

جب حضور اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم سعد کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ سعدؓ کی میت کو غسل دے رہے ہیں۔ پیغمبرؐ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھی۔ کہ حضورؐ نے اپنے دونوں زانو باہم کر لئے۔ ایسا کرنے کا سبب دریافت کیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا۔ "فرشتہ نازل ہوا تھا۔ قریب کوئی بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ اس لئے میں نے اپنے زانو سکیڑ کر اسے بیٹھنے کیلئے جگہ دے دی۔"

سعدؓ کی میت کو تین غسل دیئے گئے اور تین کپڑوں میں کفنایا گیا۔ میت کو غسل دینے اور انہیں تابوت میں رکھنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ وآلہ وسلم نے تابوت کے سامنے والا کونہ پکڑ لیا اور تابوت گھر سے باہر نکال کر سامنے زمین پر رکھ دیا لیا بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی زمین پر رکھے ہوئے تابوت کے سامنے رخ سے گزرتے، کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب مڑتے اور یوں کچھ دیر تک تابوت کے آگے پیچھے گھومتے رہے۔

سعدؓ بن معاذؓ بڑی طاقت والے، فربہ اور بھاری تن و توش رکھتے تھے۔ ان کے جنازے کے ساتھ چلنے والے منافقوں نے چاہا کہ ان کی میت کا مذاق اڑائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آج تک ہم نے اس قدر ہلکا جنازہ دیکھا ہی نہیں اور جنازے کا یہ

ہاکا پن غالباً اس فیصلے کی وجہ سے ہے۔ جو سعدؓ نے بنو قریظہ کے بارے میں کیا تھا۔ منافقوں کی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ "مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' سعد کی میت کے تابوت کو فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے۔ اس کے جنازے کے ساتھ چلنے کیلئے ستر ہزار فرشتے زمین پر اترے۔ قبل ازیں اتنی تعداد میں فرشتے کبھی نازل نہیں ہوئے تھے اور یہ بھی روایت میں ہے کہ ستر ہزار فرشتوں کا نزول اس لئے ہوا تھا۔ کہ سعد ہمیشہ سورہ توحید ورد زبان رکھا کرتے تھے۔

سعدؓ کی نماز جنازہ اور تدفین

سعدؓ کی جنازے کی مشایعت اول بقیع تک کی گئی اور ان کی قبر حضرت عقیل بن ابی طالب کے گھر کے دیوار کے پائین کھودی گئی۔ قبر کھودنے والے شخص کا قول ہے کہ جب بھی میں زمین پر گھنٹی مارتا تھا۔ اور اس پر لگی ہوئی مٹی ہٹاتا تھا تو اس مٹی سے مجھے مشک ایسی خوشبو آتی تھی۔ قبر جب تیار ہو گئی تو جنازہ کے برابر لاکر رکھ دیا گیا۔ پیغمبر (ص) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں چار آدمیوں نے جن میں سعدؓ کا بھتیجا بھی شامل تھا' مل کر سعدؓ کی میت قبر میں اتاری۔ پھر رسول خدا بذات خود قبر کے اندر تشریف لے گئے اور قبر کو اچھی طرح ٹھیک ٹھاک کر کے فرمایا۔ "تھوڑی سی نرم مٹی مجھے دو۔ چنانچہ وہ نرم مٹی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ساتھ قبر کی دیواروں میں جو شگاف سے بن گئے تھے انہیں پر کر کے مضبوط و مستحکم کر دیا۔ بعد ازاں حضورؐ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ شگاف پھر اسی طرح کھل جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا بندہ جو کام بھی کرتا ہے اللہ اسے استحکام بخشتا ہے۔

قبر تیار ہو چکی تھی۔ اور اس پر مٹی ڈال کر زمین کے برابر ہموار کر دیا گیا تھا۔ سعدؓ کی والدہ نے جو کہ ایک طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر کہا نصیبا لک الجنۃ (اللہ کرے تمہیں بہشت گوارا ہو) پیغمبر علیہ السلام نے سعد کی والدہ کی زبانی یہ کلمات سن کر فرمایا۔ والدہ سعدؓ آپ ذرا خاموش رہیں! اللہ تعالیٰ سے آپ کیا توقع رکھتی ہیں؟ کیا وہ سعد کو قبر میں اذیت دے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ن قبر میں اتر کر تین بار فرمایا۔ سبحان اللہ اور لوگوں نے بھی آپؐ کی پیروی میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ اس کا سبب پوچھا گیا تو حضور نے فرمایا۔ سعد کو فشار قبر ہو رہا تھا جن لوگوں نے قبر کے فشار سے رہائی پائی ہے تو سعد بھی انہی میں سے ایک ہے۔

لوگوں کی ایک جماعت نے دریافت کیا۔ "یا رسول اللہؐ سعدؓ کے ساتھ حضور کا جو سلوک رہا ہے ایسا سلوک تو کسی اور کے ساتھ نہیں رہا؟ ننگے پاؤں اور عبا پہنے بغیر حضورؐ نے اس کے جنازے کی مشایعت فرمائی چونکہ فرشتے بھی عبا پہنے بغیر جنازے کے ساتھ ساتھ تھے' اس لئے میں نے بھی انہی کی تقلید کی۔ پوچھا۔ تو پھر کیسے حضور نے تابوت کے پاؤں کونے

پکڑے ؟ فرمایا۔ میرا ہاتھ جب جبریلؑ کے ہاتھ میں تھا تو جیسے اس کا ہاتھ بڑھ کر ہر جگہ پہنچ جاتا تھا اسی طرح میرے ہاتھ بھی تاوت کے چاروں کونوں تک پہنچ گئے تھے۔ پھر لوگوں نے پوچھا۔ اس کے باوجود آپؐ نے بڑی عزت واحترام سے کام لیا تو کیا سعد کو فشار قبر بھی ہوا؟ فرمایا ہاں انہیں فشار قبر بھی ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ سعد اپنے اہل خانہ سے حسن سلوک سے پیش نہیں آئے تھے۔ (۸)

سعدؓ کی رحلت اور مسلمان

سعد بن معاذؓ کی موت اور واقعہ شہادت سے اہل اسلام کے دلوں پر گراز ٹم پڑ چکا تھا۔ اور اس کا اظہار ان اشعار سے بخوبی ہوتا ہے۔ جو اس کے سانحہ ارتحال پر کہے گئے ہیں۔ ایسے شعراء کے حلقے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر مخصوص حسان بن ثابت بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے سعد کی موت پر مرثیے کے نمونے کے طور پر اس کے لکھے ہوئے قصائد میں سے ایک قصیدے کے چند اشعار مع اردو یہاں درج ہیں۔

لقد سجمت من دم عینی عبرة و حق بعینی ان تفیض علی سعد

س(۱) سعدؓ کیلئے میری آنکھوں سے آنسو برس پڑے۔ میں اپنی آنکھوں کو اس بات کا حق دیتا ہوں کہ وہ اسی طرح سعدؓ کو روئیں۔

قتیل ثویٰ فی معرك فجعت به عیون زواری اللمع دائمة الوجد

(۲) وہ ایک ایسا کشتہ تھا کہ میدان کارزار میں اس کے قیام کی یاد نے ہمیشہ کیلئے آنکھوں کو گریہ کناں کر دیا۔

علی ملة الرحمان وارث جنة مع الشهداء وفدها اکرم الوفد

(۳) اللہ کے دین کا حامل ہوتے ہوئے وہ جنت کا وارث بن گیا۔ وہ اور جملہ شہداء سب کے سب بہترین جگہ پہنچ گئے۔

فان تك قد ودعتنا و ترکتنا وامسیت فی نمبراء مظلمة اللحد

فانت الذی یا سعد انت بمشهد کریم و اثواب المکارم والحمد

(۴۔۵) (اے سعد) اگر ہمیں چھوڑ کر تو نے قبر کی تاریکی میں بسیرا کر لیا ہے تو اصل میں تو ایسی اونچی منزل پر جا بیٹھا ہے جہاں بزرگی کے لباس میں آراستہ ہے۔

بحکمك فی بنیٰ قریظة بالذی قضی الله فیهم ما قضیت علی عمد

(۶) یہ مقام تجھے اس لئے ملا) کہ قبلہ قریظہ کا تو نے جو فیصلہ کیا تھا خدا نے بھی آسمان پر ایسا فیصلہ کیا تھا۔

فوافق حکم الله حکمك فیهم ولم تعف اذ ذکرت ماکان من عهد

(۷) تیرا حکم اللہ کے حکم کے مطابق تھا۔ اور ان کے ساتھ تیری پہلی دوستی تجھے حق بات کہنے سے نہ روک سکی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آہ! زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

یہ خبر نہایت ہی رنج والم کے ساتھ سنی گئی کہ پاکستان میں سب سے پہلی دینی درسگاہ کے مایہ ناز مدرس مولانا نذر حسین ظفر جنہیں استاذ العلماء کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) حضرت مولانا نے اگرچہ ابتدائی تعلیم قدیمی درسگاہ مدرسہ محمدیہ جلال پور جدید نکیانہ تحصیل شاہ پور سے حاصل کی مگر اس کی تکمیل ایک امتیازی حیثیت سے اسی دار العلوم محمدیہ سرگودھا میں ہوئی۔ جس کی بناء پر انتظامیہ نے ان کی بطور مدرس تعیناتی کے احکام جاری کیے۔

مولانا مرحوم نے اپنے فرائض ایک عبادت سمجھتے ہوئے اس انداز سے ادا کیے کہ طلباء اور انتظامیہ کی نظروں میں باعث احترام گردانے گئے۔ تعطیلات کے ایام میں جو طلباء اپنے گھروں کو نہ جاتے تھے۔ اس دوران آپ انہیں درس و تدریس میں مصروف رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ جس انداز سے "اپنی کتاب" نماز جعفریہ کو مرتب فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نہایت ہی صابر، شاکر اور بلند اخلاق کے حامل تھے۔ جواں سال بیٹے کی وفات پر راضی برضائے الٰہی رہنے کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں۔ پاکستان میں اکثر شیعہ علماء کرام آپ ہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سوئم کی مجلس میں جو دار العلوم محمدیہ میں منعقد ہوئی۔ تو ملک کے کونہ کونہ سے سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے شاگردان رشید نے شرکت فرما کر اپنے استاذ مرحوم کی فاتحہ خوانی میں شرکت فرمائی۔ اس مجلس کو آپ کے مایہ ناز شاگرد حضرت علامہ محمد حسین اکبر صاحب رکن اسلامی نظریاتی کونسل نے فلسفہ موت و حیات اور آپ کی تدریسی خدمات پر خطاب فرمایا۔

دار العلوم محمدیہ سے آپ کی میت آپ کے آبائی وطن بھلوال لے جائی گئی۔ جہاں سینکڑوں کی تعداد میں مومنین نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نماز جنازہ جناب محمد حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید نوید اصغر صاحب شمسی آف لاہور نے پڑھائی۔ بعد ازاں مرحوم کو سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں بھلوال کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

دعا ہے کہ رب العالمین بجاہ محمدؐ آل محمدؐ جنت الفردوس میں آپ کو درجات بلند عطا فرمائے۔ اور جملہ پسماندگان کو توفیقات صبر سے نوازے۔

شریک غم

سید بشیر حسین بخاری

صدر مرکز تحقیقات اسلامیہ سرگودھا

موت العالم موت العالم

ایک عالم کی موت پورے جہاں کی موت ہے

ہماری روح' ہماری جان' ہم سوگوار ہیں' آپ کی جدائی ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ آپ کے بغیر ہمارے لئے کوئی خوشی' خوشی نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی عید ہمارے لئے عید ہوگی۔ کوئی خوبصورت موسم' لباس وغیرہ ہمیں خوشی نہ دے سکیں گے۔

آپ کا خوبصورت اور پرنور چہرہ اقدس' آپ کی خوش طبعی اور پراثر گفتگو باوقار شخصیت ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی۔ اے زندہ دل دلیر جرات و حوصلہ مند عظیم انسان ہمیں بے سہارا اور تنہا چھوڑ گئے ہو۔ ہمارے دل کا چین' آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ آپ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا چین تھے۔ کاش! آپ کی جدائی کے دن کا سورج طلوع ہی نہ ہوتا۔

سوگواران

اہل خانہ

اطلاع

دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کی موسم گرما کی تعطیلات ختم ہو چکی ہیں۔ داخلہ کے خواہشمند جناب پرنسپل صاحب دارالعلوم محمدیہ سرگودھا سے رابطہ قائم کریں۔ میٹرک پاس کو ترجیح دی جائے گی۔

علامہ نذر حسین ظفر (مرحوم)

وائس پرنسپل دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کے حالات زندگی

از قلم مولانا غلام حیدر صاحب مدرس دارالعلوم محمدیہ سرگودھا

خوبصورت، پروقار اور بارونق چہرے کے مالک شخصیت علامہ نذر حسین ظفر میرے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ آپ ۱۹۳۴ء میں کوٹلہ سیداں تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد رمضان تھا۔ ابھی آپ چالیس دن کے تھے۔ کہ شفیق باپ عین شباب میں رحلت فرما گئے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کے چچا حکیم مولوی اللہ جو ایاز اور جو مولانا غلام قنبر فاضل لکھنو اور میرے والد بزرگوار تھے۔ نے اپنی تحویل میں لے کر پرورش شروع کر دی۔

والد بزرگوار نہایت دیندار اور علوم اسلامیہ کا شوق رکھتے تھے۔ انہیں قدوۃ السالکین وزبدۃ العارفین حضرت پیر سید فضل حسین شاہ بخاری اعلی اللہ مقامہ سے خاص لگاؤ تھا۔ اور اکثر اوقات پیر صاحب کے ساتھ گزارا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے ا۔ والد بزرگوار نے ہم تینوں بھائیوں کی پرورش اسلام شناسی اور سیرت محمدؐ و آلہ محمدؐ کے مطابق فرمائی۔ ہماری والدہ محترمہ بھی اسلام شناسی اور محمدؐ و آل محمدؐ سے عقیدت میں بلند درجہ رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تینوں بھائی علوم اسلامیہ و علوم محمدؐ و آل محمدؐ کے حصول کی طرف راغب ہوئے۔ اور اس سلسلہ میں مختلف مدارس علمیہ میں دور دراز کے سفر کر کے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

ابتدائی تعلیم علامہ مرحوم نے تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں حاصل کی۔ اور پھر اپنے دور کی بزرگ ہستی حضرت پیر سید فضل حسین شاہ اعلی اللہ مقامہ کی خصوصی ہدایت پر دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے جلال پور جدید نکیانہ میں آگئے۔ جہاں استاذ العلماء مفسر قرآن حضرت علامہ حسین بخش جاڑا نے آپ کی تعلیم و تربیت شروع فرمائی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں علامہ حسین بخش جاڑا نے اس گوہر نایاب کو پہچان لیا۔ انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ انشاء اللہ ایک عظیم علمی شخصیت بننے کے قابل ہیں۔ انہوں نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اپنی تمام علمی قابلیت کو بروئے کار لا کر آپ کو علوم محمدؐ و آل محمدؐ سے مزین فرمایا۔

کئی برسوں کے بعد جب علامہ حسین بخش جاڑا جلال پور جدید نکیانہ سے اپنے آبائی گاؤں جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان جانے لگے تو آپ کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں رہتے ہوئے آپ نے کافی علوم پر دسترس حاصل کی۔ اس کے بعد دارالعلوم جعفریہ خانپور ضلع رحیم یار خان میں بھی آپ علامہ حسین بخش جاڑا کے ساتھ رہے۔ اور علوم اسلامیہ میں دسترس حاصل

کرتے رہے۔ جب مدرسہ محمدیہ جلال پور جدید میانہ سے دارالعلوم محمدیہ کا آغاز سرگودھا میں ہو چکا تھا۔ تو ہم بھی دارالعلوم محمدیہ تشریف لے آئے۔ یہاں بھی ہمارے استاد علامہ حسین بخش جاڑا ہی تھے۔ یہاں پر آپ نے ۱۹۵۲ء میں سلطان الافاضل کا امتحان اعلیٰ درجہ میں پاس کیا۔ اور اسی سال دارالعلوم محمدیہ سرگودھا میں حضرت پیر سید فضل حسین شاہ کی خصوصی شفقت و ہدایت پر آپ مدرس مقرر ہوئے۔ اور نہایت خوش اسلوبی سے یہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کو اندرون اور بیرون ممالک سے تدریس کیلئے منہ مانگی پیشکشیں آئیں مگر آپ نے قناعت پر یقین رکھتے ہوئے دارالعلوم محمدیہ کے ساتھ خصوصی لگاؤ رکھا اور یہاں اپنے آخری وقت تک تعلیمی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۹۹ء میں آپ کی علمیت اور دارالعلوم محمدیہ کے لئے خدمات کے پیش نظر مدرسہ مذکورہ میں وائس پرنسپل اور دارالعلوم محمدیہ ٹرسٹ کے ممبر مقرر ہوئے۔ تقریباً نصف صدی پر محیط درس و تدریس کے اس عرصہ میں ہزاروں طلباء آپ سے مستفید ہوئے۔ آپ کے شاگرد نہ صرف پاکستان کے کونہ کونہ میں علوم محمدؐ و آل محمدؐ کی ترویج میں مشغول ہیں بلکہ دنیا کے ۵۰ سے زائد ممالک میں آپ کے شاگرد رشید محمدؐ و آل محمدؐ کے دین کی سربلندی میں دن رات کوشاں ہیں۔ مرحوم کی شخصیت سیاسی خوبیوں کی حامل تھی۔ آپ عالم باعمل، قناعت پسند صابر و شاکر انتہائی سادہ طرز زندگی گزارنے کے عادی اور نہایت خوددار تھے۔ بچپن سے ہی آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ اور آخر دیر تک مخصوص انداز میں مناجات پڑھتے رہتے تھے۔ دعائیں پڑھنے میں آپ کا ایک خاص انداز تھا۔ جسے ہر آدمی پسند کرتا اور سننے کیلئے بے قرار رہتا تھا۔

آپ تدریس میں ایک خاص اسلوب بیاں رکھتے تھے۔ جس میں آپ کا کوئی ثانی نہ ہے۔ آپ کے درس میں ہلکا سا مزاح بھی پایا جاتا تھا۔ جسے آپ انتہائی خوبصورتی سے بیاں فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ طلباء بڑے ذوق و شوق سے آپ کا درس سنتے تھے۔ آپ کا انداز بیاں ایسا تھا کہ چند لمحے آپ کے پاس بیٹھنے والا شخص آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور دوبارہ ملنے کی تمنا کرتا۔ آپ ہمیشہ مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے اس فرمان پر عمل کرتے کہ

"لوگو سے اس طرح ملو کہ جب تک آپ زندہ ہیں وہ آپ سے ملنے کے مشتاق رہیں۔
اور جب آپ دنیا سے چلے جاؤ تو وہ تمہارے لئے دعائے خیر کریں"

مرحوم علامہ نذر حسین ظفر بہترین مقرر اور اعلیٰ پائے کے خطیب بھی تھے۔ آپ کافی عرصہ تک اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے رہے۔ لیکن درس و تدریس سے خصوصی دلچسپی آپ کو مدرسہ تک محدود رکھا اور خطابت سے توجہ ہٹالی آپ کی تالیفات و تراجم مندرجہ ذیل نے بہت شہرت پائی۔

۱۔ جواہر البیان۔ ترجمہ لولو والمرجان از علامہ محدث نوریؒ

۲۔ نماز جعفریہ جدید

۳۔ ترجمہ حدیث قدسی

۴۔ ترجمہ دلائل عشرہ از حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبداللہ شیرازی مرحوم مشہد مقدس

۵۔ آئینہ خراسان

آواخر عمر میں پے در پے صدمات نے آپ کی طبیعت کافی ناساز کر دی۔ لیکن آپ نے سلسلہ تدریس میں کمی نہ آنے دی۔ جس کی وجہ سے مزید حالت خراب ہوتی گئی۔

عزاداری سید الشہداء سے اتنا زیادہ لگاؤ تھا کہ جب آپ زندگی کے آخری محرم میں ہسپتال میں داخل تھے تو ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود عاشورہ محرم کے جلوس میں شرکت فرمائی اور عزاداری سید الشہداء میں شامل ہو کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار فرمایا۔ بالآخر علم و معرفت کا یہ آفتاب ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ء بروز اتوار تقریباً ساڑھے بارہ بجے دوپہر اس دار فانی سے کوچ کر کے دار جاودانی میں غروب ہو گیا۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ دو بیٹے محمد طاہر حسین اور محمد باقر حسین اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم علامہ نذر حسین ظفر کو جوار محمدؐ و آل محمدؐ میں جگہ عطا فرمائے۔ اور مرحوم کے جملہ لواحقین اور شاگردان کو جو غم سے نڈھال ہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین کرام کی خدمت میں اپیل ہے کہ مرحوم کی روح کے ایصال ثواب کیلئے سورۃ فاتحہ اور سورۃ قل ہو اللہ ہو احد پڑھ کر بخش دیں۔

مظفر المدارس مدرسۃ الواعظین میں داخلہ

مظفر المدارس مدرسۃ الواعظین لاہور کی جماعت اول میں نئے طلباء کا داخلہ جاری ہے۔ جس میں وہ فاضل داخلہ لے سکتے ہیں۔ جو فاضل عربی پاس ہوں۔ یا کسی پاکستانی دینی درسگاہ کے فارغ التحصیل ہوں اور فقہ و اصول مذہب شیعہ کی معیاری قابلیت رکھتے ہوں۔ نیز میٹرک اور ایف اے پاس ذہین طلباء کیلئے مدرسہ کے چار سالہ کورس میں داخلہ کیلئے علیحدہ کلاس شروع کی جا رہی ہے۔

طلباء کو تحریر، تقریر اور فن مناظرہ کے علاوہ عقائد، تفسیر، رجال، حدیث، علوم قرآن، فلسفہ (متوسط) کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ جماعت اول کے طلباء کو پانچ سو روپے ماہانہ وظیفہ اور مراجع عظام کی طرف سے شہریہ بھی دیا جاتا ہے۔

داخلہ کے خواہشمند اپنی درخواستیں جلد از جلد علامہ سید نوید اصغر صاحب شمسی پرنسپل مظفر المدارس مدرسۃ الواعظین ۲۸ بی ایمپرس روڈ لاہور کے نام ارسال کریں۔

سید جعفر حسین

سیکرٹری مظفر المدارس (مدرسۃ الواعظین)

۲۸ ایمپرس روڈ لاہو

آہ علامہ نذر حسین ظفر

پہلے ہی کون سی تھیں یہ باریں ہمارے پاس
وائس پرنسپل دار العلوم محمدیہ سرگودھا
تم زندگی کو اور بھی ویران کر گئے
(محمد ناصر عباس مرحوم بن علامہ مذکور)

وہ رفتگان خاک جن کی تمام عمر
خالی محبتوں سے کوئی بات بھی نہ تھی
ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا
گویا کبھی کسی سے ملاقات ہی نہ تھی
وہ ہستیاں الٰہی کس دیس بستی ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں
میں تو سمجھا تھا کہ لوٹ آتے ہیں جانے والے
تو نے جا کر تو جدائی میری سخت کر دی

میری پوری زندگی کا یہ سب سے عظیم۔ ہمدرد۔ رازدان اور رفیق معصوم تو نہ تھا معصوم وہی ہیں جنہیں ہم جانتے ہیں۔ لیکن میں نے بات کرنی ہے اپنے مشاہدے اور معلومات کی' کہ مجھے ان کی پوری زندگی کا کوئی گناہ صغیرہ بھی یاد نہیں ہے۔ مولانا ملازم حسین اصغر مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مولانا نذر حسین بھول کر بھی عربی کا لفظ یا اعراب غلط نہیں پڑھتے ان کے کئی فاضل شاگردوں کا بیان ہے کہ مولانا عربی ادب کے مجتہد تھے۔ ان کی اس قابلیت اور بلند سیرت کی وجہ سے میں ان کا شروع سے ہی گرویدہ تھا میں نے ایک دفعہ علامہ سید اعجاز حسین کاظمی سلمہ اللہ سے عرض کیا کہ مولانا صاحب ست ہیں۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مومنین کی خدمت کیلئے چست ہو جاتے ہیں میں نے پوری زندگی اس انسان کا کسی سے شکوہ نہیں سنا۔ میں وصیت کر چکا تھا کہ میری نماز جنازہ ان دو میں سے کوئی ایک پڑھائے۔ اب نصف وصیت ختم ہو گئی اور شاہ صاحب قبلہ کی خداوند عالم زندگی دراز فرمائے تاکہ میرے حسرت پوری ہو جائے۔

مدرسہ محمدیہ سرگودھا میں مدرس آتے بھی رہے اور جاتے بھی رہے لیکن آپ واحد مقبول و کامیاب شخصیت ہیں کہ جو پوری نصف صدی یہاں گزار کر ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ کو راہی جنت ہوئے۔ بلا مبالغہ جیسا کہ ان کے تمام فاضل شاگردوں کا بیان ہے کہ ملک میں سب سے زیادہ دینی شاگرد آپ کے ہیں۔ اور آپ حقیقی استاد العلماء ہیں دار العلوم محمدیہ کے پرنسپل علامہ کاظمی صاحب سلمہ اللہ بھی ان کے شاگرد ہیں۔ ان کا پورے کا پورا خاندان ہی شرافت کا مجسمہ ہے بقول علامہ غلام جعفر نجفی خدا کی قسم! میری زوجہ نے کہا کہ ان کی وفات سے ہمیں اتنا ہی صدمہ ہوا ہے جتنا اپنے گھر کے ایک عظیم فرد کے انتقال کر جانے کا۔ مجھے جب میرے عزیز نے اطلاع دی کہ مولانا نذر حسین فوت ہو گئے ہیں ٹیلی فون آیا ہے میں کافی دیر سکتے میں رہا اور سمجھ ہی نہ سکا جب سمجھ آئی تو نوالہ منہ سے گر گیا میں ناشتہ کر رہا تھا میری گھر والی نے میری کیفیت دیکھی تو اس نے کہا آپ کا

بیٹا عقیل حسین آپ کے ساتھ جائے گا میں نے کہا ساری زندگی اکیلا سفر کیا ہے کوئی بات نہیں پہنچ جاؤں گا۔ مجھے تسلیم ہے میں کئی دفعہ گستاخی کر گیا اور بہت احساس بھی ہوا لیکن اس بندہ خدا میں کسی کو ناراض کرنے والی رگ ہی نہ تھی۔ مدرسہ محمدیہ میں میری مہمان نوازی فرماتے رہے میں تو ان کی کوئی خدمت نہیں کر سکا۔ میں اپنی مشکلات اور دینی مسائل نوٹ کر کے لے آتا تھا ان سے حل کرواتا تھا جب مجھے رات رہنے کی فرمائش کرتے تو میں عرض کرتا کہ پھر آدھی رات تک آپ کو میرے پاس بیٹھنا پڑے گا۔ مرحوم تعمیل کرتے۔ بزرگوں کی باتیں اور لطیفے سناتے چند روز کی بات ہے فرمانے لگے میں نے آپ کیلئے ایک داستان سنبھال رکھی ہے ہزار داستان کیلئے لیکن نوٹ کر کے واپس کر دیں۔ میں نے وہ نوٹ کر کے اخباری چٹ ان کو واپس کر دی اگر اللہ نے نئے ایڈیشن کی اضافہ کے ساتھ اشاعت کی توفیق دی تو یہ داستان مع ان کے ذکر کے قارئین کو پیش کی جائے گی۔ میں انہیں کہا کرتا تھا آپ کا مستورات کو ساتھ لے کر زیارت پر اکیلے چلے جانا یہ معجزہ تھا وہاں قم میں جو طلباء ان کے شاگرد تھے۔ ان کیلئے ان کی وہاں آمد عید کا سماں تھا قارئین سے اجازت لیتے ہوئے ان کی شخصیت کا ایک آنکھوں دیکھا واقعہ پیش کرتا ہوں قریباً دو سال کی بات ہے ہمیں کچھ لوگ اپنے کام کے سلسلے میں کار پر فیصل آباد لے گئے واپسی پر فرمانے لگے چنیوٹ کا دینی مدرسہ دیکھ لیں میں نے جواب میں کہا اچھی بات ہے میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں گیٹ کھلوا کر کار اندر لے گئے کوئی مولوی صاحب طلباء کی نگرانی کر رہے تھے کسی پر چے کی۔ مولوی صاحب وہاں سے دوڑے اور مرحوم کے پاؤں پر ہاتھ لگانے لگے میں نے کئی دفعہ انہیں یہ بات یاد دلائی کہ علماء میں آپ کا اللہ کے فضل سے یہ مقام ہے علماء آپ کے شاگرد ہیں اور شریف خاندانی شاگرد ایسے ہی ہوتے ہیں۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ تفصیل کیلئے پورا رسالہ درکار ہے لیکن اب میں آخر میں ان کے تمام متعلقین کو تعزیت پیش کرتے ہوئے انہیں سے ان کے ایصال ثواب کیلئے سورۃ فاتحہ و تین دفعہ سورۃ توحید کی تلاوت کی التماس کرتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں۔

والسلام

حررہ سوگوار سید اقرار حسین کاظمی عفی عنہ

معذرت

جناب علامہ نذر حسین ظفر وائس پرنسپل دار العلوم محمدیہ سرگودھا کی وفات کی وجہ سے ماہنامہ المبلغ کی اشاعت و ترسیل میں تاخیر ہو گئی ہے۔ ہم معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موت العالم موت العالم

منجانب مولانا ذاکر حسین ثاقب
بھاوال ضلع سرگودھا

جناب حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ نذر حسین ظفر کوٹلہ بیداں ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ والد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ اس وقت آپ تقریباً چالیس دن کے تھے۔ تقریباً تین سال تک نانا جان اور والدہ کے زیر سایہ رہے۔ بعد میں ان کے چچا محترم حکیم اللہ جوایا زاہد وہاں سے تحصیل بھلوال میں اپنے ساتھ لائے۔ ابتدائی تعلیم بھاوال میں حاصل کی۔ تکیم اللہ جوایا زاہد اکثر چک نمبر ۲۱ میں جناب قبلہ پیر فضل شاہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور پیر سید فضل شاہ مرحوم کو اپنے گھریلو حالات سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ ایک دن آپ نے پیر صاحب کو عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ میں نے جس طرح اپنے بڑے بیٹے مولوی غلام قنبر کو لکھنو کے مدرسہ میں تعلیم دلوائی ہے۔ اسی طرح اپنے بھانجے اور بھتیجے کو بھی دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کروں۔ میں نے قبلہ پیر صاحب کے حکم کے مطابق مولانا نذر حسین ظفر اور بھانجے مولانا ذاکر حسین ثاقب کو دینی تعلیم کے بارے میں آمادہ کیا۔ اس وقت صرف ضلع شاہ پور میں ایک ہی دینی درسگاہ جلال پور جدید ننگیانہ میں تھی۔ جس میں دور دور سے طلاب دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے۔ مولانا نذر حسین ظفر اور مجھے جناب مولانا غلام قنبر کے ساتھ حکم جناب قبلہ پیر صاحب جلال پور جدید ننگیانہ میں بھیج دیا۔ تقریباً ۱۹۴۵ کی بات ہے وہاں مدرس جناب قبلہ وکعبہ فخر المدرسین قبلہ علامہ حسین بخش جاڑا اعلی اللہ مقامہ کے زیر سایہ ہم دونوں نے صرف بہائی شروع کی پھر چند دنوں کے بعد ابواب الصرف شروع کی جو انتہائی ذہانت کی وجہ سے جناب مولانا نذر حسین ظفر نے چند دنوں ہی میں مکمل طور پر ختم کرلی۔ اس کے بعد مولانا حسین بخش جاڑا کے پاس کافیہ۔ شرح تہذیب قطف الازہار جیسی کتابیں پڑھیں اس کے بعد ۱۹۴۷ میں علامہ حسین بخش جاڑا مولوی نذر حسین صاحب کو اپنا بیٹا سمجھتے ہوئے اپنے آبائی ضلع ڈیرہ اسماعیل میں اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں سے کوٹ جائی میں اپنے ہاتھوں سے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں اطراف کے طلبہ کو دینی تعلیم دینی شروع کی اور وہاں مولانا نذر حسین ظفر کو اپنا نائب مقرر کر دیا اپنے گھر میں مولانا نذر حسین ظفر کو اپنے بچوں جیسا درجہ دیا۔ جلال پور جدید ننگیانہ میں قبلہ علامہ حسین بخش جاڑا اعلی اللہ مقامہ کی جگہ پھر رئیس المعلمین جناب قبلہ سید محمد یار شاہ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا غلام حیدر صاحب اور میں نے جلال پور ننگیانہ میں تعلیم جاری رکھی۔ ایک سال کے بعد علامہ حسین بخش جاڑا کو سید عبداللہ شاہ نے خان پور ضلع رحیم یار خان میں دینی درسگاہ نام مدرسہ

جعفریہ (دربار حسین) قائم کی اور علامہ حسین بخش جاڑا کو بطور مدرس مقرر کیا اس مدرسہ میں بھی ہم ان کے ساتھ گئے۔ وہاں بھی مولانا نذر حسین ظفر کو علامہ حسین بخش نے اپنا نائب مقرر کیا۔ ابھی مولانا کو ایک سال گزرا تھا کہ دار العلوم محمدیہ بلاک ۱۹ سرگودھا کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں علامہ حسین بخش جاڑا کو پرنسپل رکھا گیا۔ یہاں بھی مولانا حسین بخش جاڑا نے مولانا نذر حسین ظفر کو اپنا نائب مقرر کیا پہلے سال ہی میں علامہ حسین بخش جاڑا نے طلباء کو مولوی فاضل کے امتحان کی تیاری کرا کر بورڈ کا امتحان دلوایا۔ جن میں مولانا نذر حسین ظفر بھی تھے جنہوں نے امتحان میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔ آپ کی ذہانت و فطانت اور اعلیٰ صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو مستقل طور پر درس و تدریس کا کام دار العلوم محمدیہ میں ہی سونپ دیا۔ یہ ۱۹۵۲ء کی بات ہے مولانا نذر حسین ظفر نے درس و تدریس کا کام پوری لگن سے شروع کر دیا۔ آپ دریائے علم تھے آپ کو ابتدائی کتابوں سے لیکر حماسہ اور متنبی کی کتابیں اس طرح پڑھاتے کہ فوراً طلباء ذہن نشین کر لیتے آپ کا انداز تدریس اور انداز بیان منفرد تھا۔ آپ طلباء کو سبق سمجھانے کیلئے ہلکا سا مذاح بھی کرتے تھے اور اچھی اچھی مثالیں دے کر سبق کی طرف راغب کرتے تھے۔ سننے والے کے ذہن میں وہ بات فوراً راسخ ہو جاتی تھی۔ قبلہ مولانا نذر حسین ظفر انتہائی قابلیت کے مالک تھے۔ آپ کی قابلیت کا عالم یہ تھا کہ جب ہم جلال پور میں زیر تعلیم تھے۔ تو ابتدائی سال ہی میں ہم تینوں بھائی چک ۲۱ میں اور مولانا علامہ نذر حسین ظفر مل کر جناب پیر سید فضل شاہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی خدمت میں گئے اس وقت مولانا نذر حسین ظفر کی عمر تقریباً بارہ سال تھی۔ اور میری عمر دس سال تھی۔ پیر فضل شاہ مصلی عبادت پر عبادت خداوندی میں مصروف تھے۔ جب فارغ ہوئے تو ہم نے پیر صاحب کو ادب و احترام سے سر جھکا کر سلام کیا۔ فوراً پیر صاحب نے مولانا نذر حسین ظفر کو فرمایا کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔

وماعلمنه الشعر وماينبغى له آپ نے اسی وقت عرض کیا۔ کہ "اور ہم نے اسے (محمد کو) شعر (لغو گوئی) نہیں سکھایا" پیر فضل شاہ اعلیٰ اللہ مقامہ کی نماز جنازہ چک نمبر ۲۱ جنوبی بھلوال میں دوسرے علماء کے علاوہ آپ نے بھی پڑھائی آپ عظیم کردار اور اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ آپ علم و فضل اور نیک خلق جیسی صفات حسنہ کے مالک تھے۔ آپ کو درس و تدریس میں اتنی مہارت تھی کہ طلباء کتاب کی عبارت پڑھتے جاتے اور برادرم مولانا نذر حسین ظفر زبانی مطلب سمجھاتے جاتے تھے۔ آپ کے لب و لہجہ میں اتنی مٹھاس تھی کہ طلبہ اپنے سبق میں مکمل طور پر کھو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے اکثر طلباء چھٹیوں میں گھر بھی نہیں جاتے تھے۔ اور جاتے بھی تو دو تین دنوں کے بعد واپس مدرسہ میں لوٹ آتے۔ آپ انہیں شوق الفت اور محبت کے ساتھ پڑھاتے اور طلباء اپنی تعلیمی پیاس انہی کے پاس آکر بجھاتے تھے۔ طلباء کو آپ کے ساتھ خاص لگاؤ اور انس تھا۔ آپ کی پر اثر گفتگو سننے کیلئے ہر وقت بے قرار رہتے تھے۔ جب تک مولانا نذر حسین ظفر کے پاس نہ آتے ان کو سکون نہ ملتا۔ عرصہ دو سال ہوا کہ ان کی طبیعت کچھ ناساز سی رہنے لگی۔ لیکن اس کے باوجود آپ طلباء کو زیادہ سے زیادہ وقت

دیتے اور بڑے پیار اور محبت کے ساتھ پڑھاتے۔ نصف صدی تک آپ نے درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس عرصہ میں طلباء نے آپ سے اپنی علمی پیاس بجھائی اب پاکستان کے کونے کونے میں آپ کے شاگرد درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ درس آل محمدؐ اور تقاریر کے میدان میں سرگرم ہیں۔ پاکستان کے علاوہ دنیا کے پچاس سے زیادہ ممالک میں آپ کے شاگرد درس آل محمدؐ سے روشناس کرا رہے ہیں۔ آخر کار اس بیماری نے زور پکڑا اندر ہی اندر اپنا اثر دکھاتی رہی۔ لیکن اس بیماری کے باوجود آپ نے کسی کو ظاہر نہیں کیا کہ میں بیمار ہوں۔ جواں سال بیٹے کی موت اکثر رلاتی تھی۔ لیکن آپ آنسو چھپا لیتے تھے۔ اور ساتھ جو بیٹھے ہوئے ہوتے تھے انہیں تسلیاں دیتے تھے۔ آپ کے سینے میں بے انتہا دکھ اور غم تھے۔ لیکن انہیں اپنے رب کی رضا سمجھتے تھے۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ جب کوئی بھی مصیبت کی گھڑی آتی پروردگار عالم کی بارگاہ میں التجا کرتے اور سید الشہداء اور محمدؐ و آل محمدؐ کا وسیلہ دیتے۔ اوہ چمکتا آفتاب، وہ علم کے دریا، وہ عظیم کردار اور عظمت کے مالک وہ چمکتا اور ہنس مکھ چہرہ وہ محبت اور الفت بھری شخصیت کے مالک جانے وہ کیسے کیسے دکھ سہہ کر اپنے دل ہی دل میں رکھ کر بروز اتوار ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ کو ہم سے ہمیشہ کیلئے کوسوں منزلیں دور چلے گئے ہیں۔ ان کا سایہ شفقت ہمارے سروں سے اٹھ گیا ہے۔ سارا عالم ان کے غم میں نڈھال ہے۔

بچھڑے ہیں اس طرح سے کہ رت ہی بدل گئی ایک شخص پورے عالم کو ویران کر گیا

مولانا نذر حسین ظفر آپ ہمیشہ یاد رہیں گے اور ہمارے ذہنوں سے محو نہیں ہوں گے۔ آپ کی عظمت کو سلام

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق چادہ معصومینؑ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور آپ کے درجات بلند ہوں۔ پروردگار عالم آپ کو محبان آل محمد کے ساتھ محشور فرمائے۔ مرحوم کی ساری زندگی سید الشہداء کے عزاداران کے ساتھ گزری۔ اللہ تعالیٰ انہیں سید الشہداء کے عزاداروں میں محشور فرمائے۔ ان کی قبر مبارک پر اپنی خاص رحمت نازل فرما۔ مالک ان کو قرب معصومینؑ میں جگہ عطا فرما۔ خداوند عالم صدقہ جناب معصومینؑ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور سوائے غم حسینؑ کے کوئی غم نہ ہو۔ آمین۔

جامعہ امامیہ میں داخلہ

جامعہ امامیہ لاہور ۱۹۵۱ء سے قزلباش وقف کے زیر اہتمام ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ اس مدرسہ میں ادیب عربی اور فاضل عربی کے امتحانات سیکنڈری بورڈ آف ایجوکیشن کی تیاری کرائی جاتی ہے۔ فقہ جعفریہ اور فن تقریر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ۱۶ اگست کو مدرسہ موسم گرما کی تعطیلات کے بعد کھل رہا ہے۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء آنریری منیجر جامعہ امامیہ کربلا گامے شاہ لاہور کے نام درخواستیں ارسال کر دیں۔ میٹرک پاس طلباء کو ترجیح دی جائے گی۔

سید زمان حیدر ترمذی لاہور

آہ! علم و عمل کا آفتاب غروب ہو گیا

اوہ پیارے علامہ صاحب!

تحریر: آغا شیر احمد فراز
آف گلگت متعلم دارالعلوم محمدیہ سرگودھا

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص پورے شہر کو ویران کر گیا!!

اس عالم فانی سے ہر شب و روز سینکڑوں افراد اپنے پیاروں سے جدا ہو کر موت کی وادی میں قدم رکھتے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب ہزاروں افراد فرشتہ اجل کا شکار نہ ہوتے ہوں۔ ہر روز لاتعداد افراد بیماریوں، حادثات یا دشمن کی دست ظلم کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ عموماً ان کے لواحقین دوست احباب چند عزیز کچھ عرصہ ان کا سوگ مناتے ہیں پھر جدا ہونے والا ماضی کے دھندلکوں میں کھو جاتا ہے۔ یادوں کے سارے مدھم پڑتے ہوئے بالآخر معدوم ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ یہ ہستیاں بہت ہی کم اور بہت ہی نایاب ہوتی ہیں۔ جن کی موت سے ایک بھونچال آجاتا ہے۔ یہ ہستیاں معمولی نہیں ہیں۔ ان کے چلے جانے سے آندھیاں چلتی ہیں۔ طوفان آتے ہیں۔ دلوں کی کائنات میں قیامت سی برپا ہو جاتی ہے۔ علامہ نذر حسین صاحب کے جانے کی وجہ سے اپنے پرائے سکتے کی حالت میں ہیں دلوں کے سمندر میں تلاطم برپا ہے غم کی طوفانی موجیں اٹھ رہی ہیں۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آپ ہمیں چھوڑ گئے ہیں۔ آہ جناب قبلہ علامہ نذر حسین ظفر صاحب کوئی معمولی شخص نہ تھے۔ یہ تو پوری ملت کے سرمایہ افتخار تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ کے شاگرد کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ ایک گوہر گراں باز نایاب تھے۔ بے مثل اور عظیم انسان تھے۔ آپ ایک فرشتہ سیرت عالم باعمل انسان ہونے ساتھ ساتھ دیگر کئی اہم خوبیوں کے بھی مالک تھے آپ کی جدائی کے زخم ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ایک عظیم انسان کی وفات ہے جو کہ پوری قوم و ملت کیلئے بہت بڑا سانحہ ہے۔ علامہ صاحب یقیناً آپ کے چلے جانے سے پورا چمن ویران ہو گیا۔

پھول تو کھلتے ہیں کھل کر بکھر جاتے ہیں یادیں رہتی ہیں انسان بچھڑ جاتے ہیں

ان کے چاہنے والے ارادت مندوں کا حلقہ اتنا وسیع ہے۔ اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے جو آپ کی وہ شناخت ہے جو ہر خاص و عام پر عیاں ہے آپ ایک انمول موتی تھے۔ انہیں صرف ایک مرتبہ دیکھنے والا ہمیشہ کیلئے ان کی سحر انگیز شخصیت کو یاد رکھتا ہے۔ نور ان کے ساتھ گزرے گئے لمحات کو انمول سمجھتا آپ کی وفات ملت جعفریہ کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے آپ کی جدائی آپ کے عقیدت مندوں کیلئے برداشت کرنا بہت دشوار ہے آپ کے لاکھوں مداح یہ سوچ کر دل گرفتہ ہیں کہ اب وہ آپ کا روشن چہرہ کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ آپ کی خوبصورت آواز اور لب و لہجہ کبھی نہ سن سکیں گے آپ ایک انتہائی شریف النفس

لائق قابل اور عظیم انسان کردار کے مالک تھے۔ آپ کی یادیں ہمیشہ تر و تازہ رہیں گی۔ ان کی جدائی ہمیشہ رولاتی رہے گی۔

اشکوں سے تر ہے پھول کی ہر اک پنکھڑی رویا ہے کون تھام کے دامن بہار کا

ہمیں کیا معلوم تھا کہ اتوار بتاریخ ۱۵ جولائی کا دن کیسا ہوگا یہ دن کیسی خبر لائے گا۔ اس دن ہم سے قیمتی سرمایہ چھن چکا ہوگا۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہماری شام کیسی ہوگی۔ شام ہونے تک کتنے بڑے خزانے سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جائیں گے۔ علامہ صاحب مرحوم و مغفور کے لواحقین فرماتے ہیں۔ ہمارے سرمایہ حیات ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ ان کی شریں کلام سننے کیلئے ہر وقت بے قرار رہتے تھے۔ آپ کی وفات ہوتے ہی ہر طرف ایک کہرام سا مچ گیا ہر طرف آہ بکا آوازیں آنے لگیں سب چیزیں سکتے کی حالت میں ہو گئیں ایک عالم با عمل کی وفات پر زمین و آسمان بھی کانپ اٹھتے ہیں۔ ہر طرف قیامت کے مناظر تھے۔ آپ کی وفات پر آپ کے عقیدت مندوں کے علاوہ اور لوگ جو بھی لوگوں سے ان کی باتیں سنتے وہ بھی ان کے غم میں ڈھاڑیں مار کر رونے لگے۔ آپ کی وفات کی افسوسناک خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اس خبر سے ہر ایک افسردہ اور سوگوار تھا لوگ ڈھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے آسمان رو رہا تھا۔ زمین رو رہی تھی۔ چاند ستارے افسردہ لباس اوڑھے ہوئے تھے ایک حشر بپا تھا۔ یوں لگتا تھا وقت کی رفتار تھم گئی ہو ہر وقت آپ کے آخری سفر آمیز لمحے آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں۔ ہائے کتنا بڑا نقصان ہوا۔ ماحول پر غم کے گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ افسردگی کی ہوا کے جھونکے چل رہے ہیں۔ سورج شرمندگی کی وجہ سے اپنا منہ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ شاید اسے ندامت ہو کہ کاش آج میں طلوع ہی نہ ہوتا۔ ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ء کا دن تخلیق ہی نہ ہوتا کاش وقت کی نبض رک گئی ہوتی۔ اس چمن سے جانے والا پھول اب کبھی بھی اپنے مقام پر واپس نہیں آئے گا۔ شدت غم سے جگر پھٹا جا رہا ہے۔ آپ کو سپرد خاک کیا جا رہا ہے ہائے قیامت کیوں نہیں آجاتی آسمان پھٹ کیوں نہیں جاتا زمین شق کیوں نہیں ہوئی۔ س دریاؤں میں طغیانی کیوں نہیں آجاتی۔ شاید سب خاموشی سے رو رہے ہیں۔ شاید انہیں صبر کا حکم ہو اب خوشی کا احساس دل سے مٹ گیا ہے۔ آپ کی محبت، الفت اور عقیدت کے جو جذبات ہمارے دل کے یہاں خانوں میں مقید ہیں۔ انہیں الفاظ کا روپ دینا اور صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا بہت مشکل ہے۔ بلکہ ناممکن ہے کاش کاتب تقدیر ہماری زندگی اور ہمارے حصے کی خوشیاں بھی آپ کے نام لکھ دیتا تاکہ علوم محمدؐ و آل محمدؐ سے دہر کو مزید پر نور کر دیتے آپ کے بغیر ہمیں زندگی فضول سی لگتی ہے۔ تمام حسرتیں دم توڑ چکی ہیں۔ ارمان مر گئے ہیں۔ آپ کی پیاری پیاری باتیں جو کہ بوجھل دل کو خوشیوں میں تبدیل کر دیتی اب ہم کہاں سے سنیں گے آپ کا پھول جیسا پر رونق چہرہ دلفریب تبسم اور انداز گفتگو بہت یاد آتا ہے۔ آپ عالم با عمل تھے آپ کے بغیر چمن خالی خالی سا لگتا ہے۔ اب ہم سب کچھ ہوتے ہوئے بھی غریب ہوئے ہمارا گوہر نایاب ہمیں دنیا کی وحشتوں میں چھوڑ کر چلا گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا آپ کے بغیر زندگی کیسے گزاریں گے۔

گذر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن　　بہت اداس بڑی سوگوار گزرے گی

سآپ کی وفات سے دل پر یہ ناقابل برداشت گھاؤ لگ گیا آپ کی کمی ہمیشہ محسوس ہوگی۔ دل تو اب بھی آپ کے غم سے بوجھل ہے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہے۔ آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے ہماری لاکھوں جانیں آپ پر فدا ہوں لوٹ آؤ لیکن ہمیں معلوم ہے آپ واپس نہیں آئیں گے۔ آپ شہدائے کربلا بالخصوص امام مظلوم علیہ الصلواۃ والسلام کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اور آپ ان کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ مولا نے آپ کا خیر مقدم کیا ہوگا آپ اشاعت مذہب اہل بیت میں دن رات کوشاں تھے۔ آپ کا ہر لمحہ ثنائے خدا اور مداح آل رسول میں گزرا ہے۔ آپ کتنے وسیع النظر اور وسیع القلب انسان تھے نہ صرف شیعہ بلکہ ہر فرد سے محبت کرتے تھے جو محمد و آل محمد سے محبت کرتا تھا یقیناً وہ حسین لمحات ختم ہو گئے جو آپ کی خدمت میں بیٹھ کر گزارے ہمیں اب نہج البلاغہ کے عظیم خطبے آپ کے لب و لہجہ میں کون پڑھائے گا۔ اب ہم صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ دن ہوا ہوئے جب پسینے گلاب تھے۔

جناب علامہ صاحب کو عربی میں اتنا عبور حاصل تھا یہاں تک کہ بڑے بڑے جید علماء کو بھی آپ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ عربی ادب ان کی زبان مبارک پر تیرتی تھی۔ آپ کی خوشبو ہمیشہ علم و ادب کے اوراق سے آتی رہے گی۔ علم کا آفتاب تو غروب ہوا البتہ ان کی نور سے علم کے ستارے قیامت تک دمکتے رہیں گے۔ آپ کا ثانی کوئی نہیں تھا نہ ہوگا۔ الوداع اے عالم با عمل الوداع اے دکھی انسانیت کے مسیحا الوداع الوداع اے دکھے دلوں پر مرہم رکھنے والے الوداع اے زینت ملت الوداع۔ الوداع اے پروقار عظیم انسان الوداع۔ الوداع اے علم کا روشن چراغ الوداع۔ الوداع آفتاب علم و عمل الوداع خدا حافظ اے وہ پھول جس کی خوشبو دنیا کے گوشے گوشے کو معطر کر رہی ہے۔ آپ کبھی لوٹ کر واپس نہیں آئیں گے۔ ہاں اب بھی واپس نہیں آئیں گے۔ آپ کی قبر ہمیشہ کیلئے ہماری زیارت گاہ ہے۔ تمہارے بغیر ہمیں ہر طرف ویرانی ہی ویرانی نظر آرہی ہے۔ آپ کا علم و عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کے علم کی خوشبو ہمارے ذہنوں کو منور کرتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بالخصوص آپ کے صاحب خانہ کو صبر دے جن پر ہر پل اداسی چھائی ہوئے ہے۔

ترمت پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو　　حامی تیرا خدا اور اس کا رسول ہو

احقر العباد آغا شیر احمد فراز، آغا نیک عالم جعفری، تلمیذان علامہ نذر حسین ظفر علی اللہ مقامہ

وائس پرنسپل دار العلوم محمدیہ سرگودھا

کل من علیھا فان

تحریر=امجد حسین خان بلاک 7 سرگودھا

محسن ملت، علم و عرفان کا سمندر، درس و تدریس کا چشمہ دار العلوم محمدیہ کی پہچان۔ صاحب ایمان۔ نمود و نمائش سے پاک ہستی جس لطافت کے مالک، روشن آنکھیں، سادگی کا پیکر مسکراتے اور پر نور چہرہ کے مالک مولانا نذر حسین ظفر دار العلوم محمدیہ کو ویران کر کے سب کو روتا ہوا چھوڑ کر اپنے عظیم مقصد میں کامیاب و کامران ہو کر بارگاہ معصومینؑ میں پہنچ چکے ہیں۔

منظور ہے خدا کو تو پہنچوں گا روز حشر　　چہرے پہ خاک کے در بوتراب کی

باب العلم کی خصوصی عنایت سے روشن یہ علمی چراغ ہماری نظروں سے اوجھل ہوا ہے بجھا تو نہیں اس چراغ کی لو سے لاکھوں علمی چراغ دنیائے شیعیت میں قیامت تک منور رہیں گے۔

لہو نے جن کو منور کرے دماغ بشر　　ہوائیں ایسے چراغوں سے خوف کھاتی ہیں

اس صدی کے بوذر و سلمان۔ درویش۔ فقیر منش۔ سخن ور آل محمدؐ صاف دامن۔ بے داغ ماضی۔ اور مرد قلندر۔ انہیں لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے۔

صحبت مرد قلندر میں بسا اوقات　　مفلسی باعث تعمیر بھی ہو جاتی ہے

سرکار مولانا نذر حسین ظفر انتہائی خوددار اور قناعت پسند انسان تھے۔ اس مدرسہ میں انہوں نے نصف صدی مکمل فرمائی۔ بڑی بڑی پر کشش پیشکشیں کی گئیں لیکن مولائے کائنات امیر المومنینؑ کے غلام نے ان لوگوں سے یہ فرمایا۔

اپنے غم کا اسیر رہنے دو　　مفلسی میں اسیر رہنے دو

بادشاہت کا اعتبار نہیں　　احیاطاً فقیر رہنے دو

انہوں نے اپنے مقدس وجود کو مدرسہ محمدیہ کیلئے وقف کر دیا۔ وہ دکھی انسان تھے۔ بچپن میں یتیمی کا داغ ملا۔ نوجوان فرزند اور پھر اوپر سے مصیبت کی جو چھت گری اس نے ان کی جان سے عزیز بچی کو نہ صرف زخمی کیا بلکہ ان کے دل کے زخم کو اور گہرا کر دیا۔ مگر وہ بڑے باحوصلہ شخص تھے۔ جوانمردی سے مصائب و آلام کا مقابلہ فرمایا۔ بڑے حیادار اور باضمیر شخص تھے۔ ان حالات کے باوجود انہوں نے اپنی عبا سے اپنے مقدس ہاتھ کو باہر نہ نکالا۔ اور یہی فرماتے چلے گئے۔

خضر کی امداد سے ساحل پہ آنا موت ہے　　اور لہروں سے الجھ کر ڈوب جانا زندگی

وہ زاہد، متقی اور عبادت گزار تھے۔ پچاس سالہ تدریسی زندگی میں انہوں نے جو سجدہ کیا ہے اس کی مثال ملنا بہت مشکل ہے۔

تیری جبیں پہ سجدوں کا نشاں ہوا تو کیا　　کوئی ایسا سجدہ کر کہ زمین پہ نشان رہے

انشاء اللہ قیامت تک ان کے علمی سجدہ کا نشاں روئے زمین پر ان کے عظیم شاگردان رشید کی صورت میں رہے گا۔

اور ان علمائے کرام کی علمی ضیاء سے دنیائے شیعیت قیامت تک منور رہے گی۔ میں ان کے عزیز و اقارب، پسماندگان، علمائے کرام اور مدرسہ کے طلاب عظام اور خصوصاً سرکار علامہ پیر سید اعجاز حسین کاظمی صاحب کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں۔ کربلا والوں کے صدقے ان تمام حضرات اور مرحوم کے فرزندوں کا کرب دور ہو۔ گھر میں موجود جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی کنیزوں پر جو غم کی مصیبت آئی ہے۔ اے پروردگار فاتح شام لی لی پاک سلام اللہ علیہا کے صدقے ان کو صبر عطا فرما۔ عزیزان محمد طاہر حسین اور محمد باقر محسن کو خدا حوصلہ اور ہمت عطا فرمائے تاکہ وہ بھی اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جوانمردی سے حالات کا مقابلہ کریں اور ہمت سے زندگی گزاریں۔ کیونکہ مولا نے یہ بات سمجھا گئے ہیں کہ۔

تلاطم خود بخود بے چین رہتا ہے نظامی کو ۔۔۔ اگر تیرا کنارا اچھا ہو تو دریا کچھ نہیں کہتا

گلستان آل محمد کا پھول اپنی خوشبو قیامت تک چھوڑ کر بکھر گیا ہے۔ منبر علم خالی ہے۔ ضمیر خاموش ہے۔ مخصوص منفرد لحن والی صدا خاموش ہو چکی ہے۔

خزاں کی دھوپ سے شکوہ فضول ہے محسن ۔۔۔ میں پھول تھا آخر مجھے بکھرنا تھا

حسینیہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حاج سید عبداللہ شیرازی مشہد مقدس

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیرازی ۱۹۷۵ میں نجف اشرف عراق سے مشہد مقدس تشریف لائے۔ یہاں پر مرحوم نے گھر خریدا اور اس میں رہائشی سہولت کے ساتھ ساتھ مذہبی پروگرام مثلاً درس خارج، جوابات استفتات، نماز باجماعت، اور لوگوں کے عمومی امور و مسائل کی انجام دہی شروع کر دی۔ ۱۹۸۴ء میں ان کی وفات کے بعد بھی حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیرازی کے فرزند جلیل جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ حاج سید محمد علی شیرازی نے وہی پروگرام جاری رکھا لیکن بعض ناسازگار حالات کی وجہ سے حسینیہ چودہ سال تک سیل رہا گزشتہ چھ ماہ سے حسینیہ کھل گیا ہے۔ اور اب از سر نو اس میں مندرجہ ذیل پروگرام شروع کر دیئے گئے ہیں۔

۱۔ ہر جمعہ کو مجلس وعظ و ارشاد
۲۔ نماز ظہرین و مغربین کا باجماعت انعقاد
۲۔ حضرات آئمہ معصومینؑ کے یوم شہادت و وفات پر مجلس عزاء
۵۔ شرعی سوالات کے جوابات حضوری یا ذریعہ ٹیلی فون
۳۔ حضرات آئمہ معصومینؑ کے یوم ولادت پر جشن
۶۔ حوزہ علمیہ میں تحصیلات کے ایام میں درسی پروگرام

یہ جملہ امور جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ سید محمد علی شیرازی کی سرپرستی میں انجام پا رہے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیرازی کی جانب سے ہسپتال بھی چل رہا ہے۔ جس میں ہر روز سینکڑوں مریضوں کا علاج کیا جا رہا ہے۔

چاہت بھرے دلوں پہ جیسے کہ آسماں تھے

وہ چمکتا آفتاب
کہ میں نے
علم کے نور سے
دنیا کو منور کیا
اس کی کرنوں سے
تاریکی میں ڈوبا ہوا
علم کے دریا تھے وہ
محبت کے امین تھے وہ
چمکتا چہرہ
مسکراتی آنکھیں
شفقت کا سمندر
چاہت بھرے دلوں پہ
جیسے کہ آسماں تھے
الفت کے پاسبان تھے
محبت کی وہ زباں تھے
لوگوں کے دلوں کے
چہرے سے رازداں تھے
بیٹیاں بھی رو رہی ہیں
اک عالم غشی میں
وہ کیا سوچتی ہیں
آنسو چھپا کے اپنے

اوروں کی دی تسلی
اپنے غموں سے ہٹ کر
لوگوں کو دی تسلی
ہر دکھ سہتے رہے
رب کی رضا سمجھ کر
جانے وہ کیسا لمحہ
عالم فنا میں آیا
مصیبت کی وہ گھڑی تھی
غم کا پہاڑ ٹوٹا
ہم سے کیوں وہ روٹھے
شریک حیات بولیں
سر کا ہے تاج چھوٹا
بھائی کی آہ نکلی!
کمر کا ہے زور ٹوٹا
بیٹوں نے سر کو پیٹا
گریبان ان کے کھل گئے
ہر خوشی ان کی اب تو
وحشت میں بدل گئی
علوم محمد و آل محمد کی ترویج میں گزری
انہیں
محبان آل محمد کے ساتھ محشور فرما

پر[illegible]
[illegible] ڈھونڈتی ہیں
[illegible] کے غم میں
آ[illegible] ہے ہیں
[illegible] کے
[illegible] رہے ہیں
احباب ان کے سارے
سر کو جھکائے اب تک
پریشان لگ رہے ہیں
اس آفتاب علم کو
ہر سمت ڈھونڈتے ہیں
لیکن ہر ایک لب سے
دعائیں یہ سن رہا ہوں
پروردگار عالم
اس آفتاب علم کو
کہ جنکی ساری زندگی
عزاداری سید الشہداءؑ میں گزری
عزاداران آل محمد کے ساتھ محشور فرما
ناصران امام زمانہ کے ساتھ محشور فرما
آمین ثم آمین
نتیجہ فکر محمد تقی رضا لاہور

انتقال پر ملال

منظور حسین نجفی

یہ خبر علمائے کرام، طلاب علوم دینی اور قوم وملت کیلئے انتہائی دردناک ہے کہ جناب علامہ [illegible] پرنسپل دارالعلوم محمدیہ سرگودھا مورخہ 15 جنوری 2001ء کو حرکت قلب بند ہونے کے باعث اللہ [illegible] ہے ہو گئے ہیں۔ مرحوم نے ضلع جہلم کے ایک [illegible] آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی۔ بعد از [illegible] کا شوق پیدا ہوا جناب علامہ حسین بخش مرحوم [illegible] یانہ میں شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ وہاں سے استاد [illegible] دونوں ڈیرہ اسماعیل خان چلے گئے۔ کچھ عرصہ [illegible] ضلع رحیم یار خان میں ایک مدت تک علامہ حسین بخش [illegible] کی شاگردی میں رہے اس کے بعد سرگودھا دارالعلوم محمدیہ میں تشریف لائے۔ علمی قابلیت کی بنا پر تحصیل علم کے ساتھ ساتھ دارالعلوم محمدیہ میں مدرس تعینات ہو گئے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ مولانا مرحوم کی قابلیت اور علمی صلاحیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ پورے پاکستان میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ مرحوم بلند پایہ مدرس بہترین استاد تھے۔ ان کا انداز درس انوکھا، نرالا اور منفرد تھا۔ وہ درس دینے میں پورے مدرسہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کو کئی کتب ازبر یاد تھیں۔ طلبہ عبارت پڑھتے تھے۔ اور علامہ مرحوم ان کو کتاب کے بغیر مطلب و مفہوم سمجھا دیتے تھے جس سے وہ مطمئن ہو جاتے تھے۔ پاکستان بلکہ پاکستان سے خارج میں بھی آپ کے شاگردوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ آپ کے شاگرد مختلف ممالک میں تبلیغ واحکام اسلامی ومذہبی کی نشر واشاعت اور ترویج میں شب وروز مشغول ہیں۔ علامہ مرحوم کا نامور علماء میں شمار ہوتا تھا۔ لیکن آپ کے شاگردوں نے بھی اعلیٰ مقام حاصل کر رکھا ہے۔ علامہ سید اعجاز حسین کاظمی پرنسپل دارالعلوم محمدیہ سرگودھا زہد وتقدس کے علاوہ ایک اعلیٰ علمی شخصیت ہیں۔ جناب علامہ سید نوید اصغر شمسی پرنسپل مدرسۃ الواعظین لاہور تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ درجہ اجتہاد پر فائز ہیں۔ علامہ محمد حسین صاحب اکبر مؤسس منہاج الحسین جوہر ٹاؤن لاہور بلند پایہ عالم اور اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان کے ممبر ہیں۔ علامہ محمد عباس صاحب قمی پاکستان کے شہیر خطیب ومقرر ہیں۔ ان کی تقریر سن کر مجمع جھومنے لگتا ہے قدرت نے ان کے انداز بیان میں ایک خاص اثر رکھا ہے۔ اسی طرح بیرون ملک مثلاً برطانیہ میں جناب علامہ سید سجاد حسین نقوی علامہ سید غلام مرسلین صاحب نقوی نمایاں مذہبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا نصیر حسین صاحب فاضل قم اور مولانا سید ملازم حسین صاحب نقوی بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ جو دارالعلوم محمدیہ میں مدرس ہیں۔ مولانا سید ملازم حسین صاحب نقوی نے اپنا علیحدہ دختران ملت کیلئے جامعہ زینبیہ قائم کیا ہے۔ جس میں دختران قوم دینی زیور تعلیم سے آراستہ ہو

رہی ہیں۔ مرحوم مخلص، ہمدرد اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ مرحوم چند سال قبل ایران کی زیارات سے مشرف ہوئے تھے وہاں کے علماء و مجتہدین نے آپ کی عمدہ طریقہ پر پذیرائی فرمائی تھی۔ مرحوم کی نماز جنازہ علامہ سید نوید اصغر صاحب شمسی آف لاہور نے پڑھائی جس میں بلا تفریق مذہب لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی اس کے بعد مرحوم کو بھلوال کے قبرستان میں اپنے بیٹے محمد ناصر عباس مرحوم کے بالکل قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔ خداوند متعال دونوں باپ بیٹے کی مغفرت فرمائے۔ اور حضرات آئمہ معصومینؑ خصوصاً جناب سید الشہداءؑ کے جوار میں جگہ عطا فرمائے۔

ہماری دعا ہے کہ مرحوم کی مرقد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو محمدؐ و آل محمدؐ نیاس کر حضرت امام زمانہ بقیۃ اللہ الاعظم حجۃ بن الحسن العسکریؑ کی نظر شفقت ہو ہمیشہ آپ کی قبر مبارک پر سایہ رحمت ہو۔

مومنین سے اپیل ہے کہ مرحوم کی روح کے ایصال ثواب کیلئے زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہو سکے قرآن کریم کی تلاوت فرما کر بخش دیں۔

میری یہ بھی دعا ہے کہ خداوند قدوس، علامہ مرحوم کے صاحبزادوں عزیز محمد طاہر حسین سلمہ اور عزیز محمد باقر محسن سلمہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور جملہ حوادث آسمانی و زمینی سے مامون فرمائے۔ آمین۔

علامہ مرحوم کی وفات سے صرف محمد طاہر حسین اور محمد باقر محسن یتیم نہیں ہوئے بلکہ ان کے جملہ شاگرد بھی یتیم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

دارالعلوم محمدیہ کے مایہ ناز مدرس

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

علامہ نذر حسین ظفر

از ملک آفتاب حسین جوادی

یہ ایک سلسلہ حقیقت ہے کہ صبح ازل سے شام حشر تک نیلے افق کائنات پر علم و کمال اور عبقریت و نابغیت کے کتنے آفتاب و قمر طلوع ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ زمین بے شمار ان ہستیوں کو اپنے بطن میں ثبات کے طور پر لئے ہوئے ہے۔ جن کے مقدس وجود خود اس زمین پر کائنات کا اجالا اور گلشن کے ہر گمانے گل ہے ان ہی میں سے ایک نابغہ عصر شیخ الادب والفقہ علامہ نذر حسین ظفر بھی تھے جو اپنے دور کے بہت بڑے عالم فاضل مہذب، ادیب، لغوی اور نحوی تھے آپ کے علمی کمال کی وجہ سے پاکستان بھر سے تشنگان علوم مستفیض ہونے کیلئے دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کا رخ کرتے اور فیض یاب ہو کر حوزہ ہائے علمیہ نجف اشرف (عراق) اور قم المقدس (ایران) کی درسگاہوں تک پہنچ جاتے۔

آپ عربی ادب پر اس قدر حاوی تھے کہ نہ صرف عامہ و حشی کا کلام لوک زبان قابلہ فصیح البلاغہ کے استعارات سے بھی طلبہ کو محو حیرت کر دیتے۔ مزاح میں حزم و انبساط بھی خوب تھا۔ دوران محفل طلبہ کو لطائف و ظرائف سنایا کرتے تھے۔ لیکن کوئی بات کسی کی دل آزاری کا باعث نہ ہوتی تھی۔ دارالعلوم کے ابتداء سے وفات حسرت آیات تک تقریباً نصف صدی تمام عرصہ درس و تدریس کی خدمات میں گذار فرائض السطور کو بھی آپ سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ شفقت و محبت نچھاور کرتے رہے کیونکہ دل میں یہ بات جاں گزیں ہو گئی تھی کہ الفاظ خوب لطف صحبت گل ۔۔۔ عنادل پھر یہاں آئے نہ آئے

بعض اوقات ناسازی طبع کے باوجود اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرتے تھے۔ جب تک ان کی صحت قدرتی خدمات انجام دینے کی متحمل رہی ان کا درس نہیں چھوٹا۔ علامہ موصوف تصنیفات و تالیفات میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ مندرجہ ذیل تالیفات و تراجم سے آپ کو حیات جاودانی نصیب ہے۔

(۱) جواہر البیان ترجمہ لولو والمرجان از محدث نوری (ج) نماز جعفریہ جدید (۳) ترجمہ تفسیر الرؤیا از علامہ مجلسی (۴) ترجمہ البیان فی اخبار صاحب الزمان از علامہ گنجی شافعی (۵) ترجمہ حدیث قدسی اور مضامین و مقالات ان کے علاوہ ہیں جو سلک جعفریہ کے ترجمان ماہنامہ "المبلغ" کے صف اول کے جرائد میں شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ بہر کیف کل نفس ذائقۃ الموت کے قانون قدرت کے پیش نظر ۱۵ جولائی ۲۰۰۱ء مطابق ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ بروز اتوار کو آفتاب عالم تاب اپنے ساتھ ایک ایسا المیہ لے کر غروب ہوا کہ علم و ادب اور قوت ایمانی کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا، علوم و فنون کا مرقع اپنی رعنائیاں سمیٹ کر جہان بے مروت سے رخصت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جبکہ انہیں دنوں میں راقم السطور نے آپ کی قدم بوسی کیلئے حاضر ہونا تھا مگر افسوس کہ ۔۔۔ روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

افسوس اس امر پر ہے کہ ایسی صفات کے انسان دنیا سے رخصت تو ہو جاتے ہیں لیکن ان کا نعم البدل کم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تحت ظل سرکار محمد آل محمد علیہم السلام اپنے جوار رحمت میں مراتب عالیہ عنایت فرمائے۔ آپ کی وفات حسرت آیات نہ صرف آپ کے پسماندگان بلکہ ملت جعفریہ اور شاگردان رشید کیلئے بھی ایک عظیم سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مجلس ترحیم (چہلم)

استاذ العلماء علامہ نذر حسین مظاہری وائس پرنسپل دارالعلوم محمدیہ سرگودھا

مورخہ 2 ستمبر

دارالعلوم محمدیہ سرگودھا میں فاتحہ خوانی کی جارہی ہے

جس میں مصور غم جناب علامہ محمد عباس نقوی صاحب آف لاہور

جناب علامہ تاج الدین حیدری صاحب آف گوجرانوالہ

خطاب فرمائیں گے

علامہ مرحوم سے عقیدت رکھنے والے مومنین اور ان کے جملہ شاگردوں سے شرکت کی استدعا کی جاتی ہے۔

الداعی الی الخیر جامعہ مدرسین و طلاب دارالعلوم محمدیہ ٹرسٹ سرگودھا

اجمل شاہ جی فرینڈز کمپیوٹرائزڈ سروسز بلاک 5 سرگودھا فون 721465